فائزہ افتخار

سیاں ٹھگ لیرے

"مُردار وا ٹھ جاؤ اب دن سر پہ چڑھ آیا ہے۔"

اگرچہ مجھے مخاطب نہیں کیا گیا تھا مگر آواز اس قدر کراری اور چبھتی ہوئی تھی کہ میں جو منہ تک رضائی تانے گہری نیند۔۔۔ سو رہا تھا۔ ہڑبڑا کے جاگ گیا۔

کتنی مہربان شے ہے یہ نیند بھی۔ مجھے تو کسی نعمت سے کم نہیں لگتی۔ کم از کم کچھ گھنٹوں کے لیے غافل تو کر دیتی ہے۔ ہر چیز سے بے نیاز، ہر چیز سے بے فکر۔

روزانہ مجھے تقریباً اسی وقت اپنی نیند کو قربان کرنا پڑتا تھا آفس ٹائم پہ پہنچنے کے لیے مگر چھٹی والے دن نو دس بجے تک سونے کی عیاشی کر ہی لیتا۔ میری نصف بہتر کو اتوار بازار لوٹنے کا مراق تھا، اس لیے وہ ہفتے کے چھ دن انگلیوں پہ گن گن کے گزارتی تھی اور اتوار کی صبح ہفتے بھر کی بچت پرس میں ڈال کے اپنے تئیں اتوار بازار لوٹنے جاتی تھی۔ یہ الگ بات کہ خود لٹ کے آتی تھی۔

"مخیشو! جاگتے ہو یا ٹھنڈا پانی گراؤں؟"

یہ براہ راست مجھ پر حملہ تھا۔ میری غیرت جاگ گئی۔ رضائی کو میں نے ایک جھٹکے سے پرے پھینکا اور اسے گھور کر دیکھا۔

"کیا ہے؟" اب اس کی پھنکار کا رخ میری طرف تھا۔ میں منمنایا اور رضائی دوبارہ اوڑھ لی۔ "کچھ نہیں۔"

"او ہو یہ چلی کیوں نہیں جاتی اپنے اتوار بازار۔" میں نے کوفت سے بڑبڑاتے ہوئے گھڑی دیکھی۔

مکمل ناول

"چلو نکلو بستروں سے۔" وہ ایک ایک کر کے چاروں کو کھینچنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ صبا کا تو باجا بھی بج رہا تھا۔ وہ ماں کی طرح اپنے حلق کی تمام تر صلاحیتوں کا دل کھول کے استعمال کرتی تھی۔

"منہ بند کر چھنکی۔ حلق میں بانس اترا ہوا ہے تیرے تو۔"

یقیناً" اس کے پھولے پھولے گالوں پہ کرارا سا تھپڑ رسید تھا۔ اس کا باجا ایک سیکنڈ کے لیے بند ہوا تھا۔ شاید نہار منہ اسے اس تواضع کی امید نہیں تھی' اس کے بعد ایک پورا آرکسٹرا بج اٹھا۔

"دادو۔۔۔!" مجھ سے قطعاً" مایوس میری اولاد پھر رونی پانے کے لیے دادی کے کمرے کا رخ کرتی تھی۔

"توبہ۔۔۔ فسادی اولاد باپ کی طرح منٹ منٹ کی رپورٹ دینے بھاگتے ہیں دادی کے پاس اور تو کھڑا کیا اپنے پیلے دانت نکال رہا ہے لعنتی انسان۔"

یہ لقب یا خطاب اس نے ہمارے سب سے بڑے سپوت کو دے رکھا تھا جو مجھے زیادہ شرانگیز اس لیے محسوس ہوتا تھا کہ نہ صرف مجھے لگتا تھا بلکہ سب ہی کا کہنا تھا کہ فہد۔۔۔ صورتاً "میرا" ہو بہو مجھ پہ یعنی اپنے باپ پہ گیا ہے۔

"اوئے خانہ خراب کی اولاد۔"

یہ خطاب دوسرے نمبر کے بیٹے کا تھا۔ میں نے بے بسی سے آنکھیں میچ لیں۔

"ادھر کدھر گھس رہا ہے' چل باتھ روم میں۔۔۔ آئیں خود تیرا منہ دھلاتی ہوں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔۔۔ آٹھ سال کے بچے کا پھول سا [illegible] ننی جو ابھی جائے گی۔"

"او ہو لعنتی میرے جانے کھڑا ہو کے پورے بارہ [illegible]"

"نی جو دل ماری۔۔۔" تیسرے نمبر کی چھ سال بچی کی [illegible]

"نکال ہاتھ سر سے۔ جب دیکھو انگلیوں کا [illegible] بالوں میں چلا رہی ہے۔ نری بے عزتی ہر جگہ [illegible] کراتی ہے۔ ٹنڈ کروانی پڑے گی۔"

"ماما۔۔۔!" صبا احتجاجاً چلائی۔

"چپ کر میں نے تیری بھی ٹنڈ نہ کروائی تو دیکھنا۔"

اس کی بے مہار اور بے تکی باتیں مجھے سخت گراں گزر رہی تھیں۔

اللہ اللہ کر کے وہ فہد کے دانت اور خرم کا منہ "مانجھ" کے فارغ ہوئی۔

"خالی پیٹ ان کا یہ حال ہے' کھا مر کے تو نجانے دھمالیں ڈالتے پھریں گے' آفت کی اولادیں۔" کچن سے اس کی آواز آئی۔

پتہ نہیں اسے بچوں کو جو کہنا ہے ڈائریکٹ کیوں نہیں کہتی۔ آخر میرے کندھے پہ ہی بندوق کیوں رکھتی ہے۔ مانا کہ یہ میری اولاد ہے مگر انہیں ڈانٹنے کے دوران ہر بار مجھے رگڑا جائے یہ ضروری تو نہیں۔" میرے دل نے احتجاج کیا مگر میں نے دلاسا دیا۔

"یہ صرف میری اولاد تو نہیں' اس کی بھی ہے اسے خود کو لگ رہی ہوں گی ساری باتیں۔" کسی دل جلی نند کی طرح میں نے کوستے ہوئے سوچا۔

"پراٹھے بنائے ہیں' رات کا سالن بھی گرم کر دیا ہے۔ ناشتہ ٹھونس کے جانا میں بازار جا رہی ہوں۔ اور ہاں وہ تمہارا باپ اس کا بھی ناشتہ ساتھ بنا دیا ہے۔ وہ بھی نہ ٹھونس جانا اسے ہوش آجائے تو گرم کر کے دینا۔"

میں بری طرح کسمسا کے رہ گیا۔

"ہوش آجائے۔۔۔ میں کیا ٹن ہو کر سو رہا ہوں جو مجھے ہوش آجائے گا اللہ بچائے اس عورت کی زبان سے۔"

[illegible] تک میں مزے لیتا اس خاموشی کو انجوائے کرتا رہا جو میرے گھر کو کم ہی نصیب ہوتی تھی۔ اگرچہ یہ کوئی مکمل سکوت کی کیفیت نہیں تھی۔۔۔ کبھی دبائے چلانے کی آواز آتی کبھی فہد اور خرم کی [illegible] میں الجھنے کی اور کبھی صبا کے کھکھلانے

کی۔

پھر میں اٹھا۔ ایک بھرپور انگڑائی لی۔ گردن گھما گھما کے چاروں طرف دیکھتے ہوئے اس کے نہ ہونے کے احساس سے اپنا دل شاد کیا۔ ایک زبردست سی وہ دو بڑی الائچی مار کے چائے تیار کی اور مگ بھر کے بیٹھ گیا۔ چھٹی والے دن کی اپنی واحد عیاشی کے مزے لوٹنے لگا یعنی ماضی کی بھول بھلیوں میں گم ہو گیا۔

کسی نے کیا خوب۔۔۔ نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کسی نے کیا فضول کہا ہے۔

یاد ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

پتہ نہیں مذکورہ شاعر نے اپنے ماضی میں کون سی "منی ڈالی" ہو گی جو بے چارہ ماضی میں ایک جھلک ڈالنے سے گھبراتا تھا۔ میرا ماضی بے حد شاندار' رنگین و سنگین نہ سہی مگر ایسا بے رنگ اور پھیکا بھی نہیں تھا کہ میں اسے یاد کرنے سے بدکتا۔ کم از کم میرے حال سے تو حد درجہ بہتر تھا۔ آئیے۔۔۔ چند جھلکیاں آپ کو بھی دکھاؤں۔

☼ ☼ ☼

ہائے ہائے۔۔۔ کیا عیش تھے ان دنوں۔

اکلوتا ہونا بھی ایک عیاشی ہے اور وہ بھی کماتے پیتے والدین کی اکلوتی اولاد اور مجھے تو یہ "سہولت" بھی حاصل تھی کہ میں اپنے کماتے پیتے والدین کی اکلوتی ہی نہیں۔ بڑھاپے کی اکلوتی اولاد تھا۔ جی ہاں میں اپنے والدین کی شادی کے پندرہ سال بعد بہت منتوں مرادوں سے پیدا ہوا۔

آہا۔۔۔ وہ پھوپھیوں کے نرم گداز موٹے موٹے ہاتھوں سے کڑھے ململ کے کرتے۔

وہ چچاؤں کی گود میں چڑھ کے یا کاندھوں پہ سوار ہو کے سیریں کرنا جب کہ ان کی اکثر اولادیں مجھ سے کئی کئی سال بڑی تھیں۔

وہ دادی کے اونچے سے پلنگ پہ چڑھ کے بیٹھنا۔۔۔۔

آخر میں ان کے ولی عہد کی بڑی اور اکلوتی اولاد تھا۔ امی کے سامنے ضد کر کے اپنی ہر فرمائش منوا لیتا۔ اور ابو کو اپنی محبت کے سامنے مجبور کرتے ہوئے مزے لوٹتا۔ کیا شاندار بچپن گزارا تھا میں نے نارووال میں عمر کے تیرہ سال گزارنے کے بعد اچانک میری امی کو خیال آیا کہ میری اعلا تعلیم کے لیے انہیں شہر شفٹ ہو جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے یہ خیال انہیں بہت پہلے آیا ہو مگر تب حالات سازگار نہ تھے یعنی دادا دادی دونوں حیات تھے۔ ان کے یکے بعد دیگرے دنیا سے جانے کے بعد امی نے بھی کوچ کرنے کا سوچا (نارووال سے) اور ابو سے بھی ایک ہی رٹ لگا دی کہ۔

انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو۔

اس رٹ سے وہ اتنا زچ ہوئے کہ چند ماہ بعد ہی نارووال سے لاہور جانے والی کوچ پکڑی اور بیوی بچے کو لے کر یہاں آ گئے۔ حالانکہ یہ اتنا آسان کام نہیں تھا۔

دادا جی کے بعد وہ گھر کے بڑے تھے۔ ساری زمینیں اور آمدنی وغیرہ کا حساب کتاب بھی ان کے پاس تھا۔ اس ایک چیز کے علاوہ وہ جو خاندانی وراثت کی وجہ سے ان کے پاس موجود تھی' وہ نہ کچھ اور جانتے تھے نہ کرنے کے قابل تھے۔ نہ تعلیم خاص تھی نہ کوئی ہنر پاس تھا نہ کاروبار کرنے کا تجربہ تھا۔ تجربہ تو دور کی بات۔۔۔ خاندانی تاریخ میں دور دور تک کہیں ملازمت یا کاروبار کی مثال نہیں ملتی تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے یہ قدم اٹھایا بھائیوں' بہنوں اور چند بچے کھچے بزرگوں کی تمام تر مخالفت کے باوجود وہ وہاں سے نکل گئے۔

اپنے حصے کی زمینیں تو جوں کی توں رہنے دیں کہ ان کی دیکھ بھال کرنے کے لیے میرے دو دو چچا موجود تھے' البتہ چند باغات ضرور بیچے۔ کاروبار شروع کرنے کی ہمت نہ ہوئی کہ باپ دادا نے کبھی ایسا نہ کیا تھا' چند دکانیں اور دو مکان خرید کے کرائے پہ چڑھا دیے۔ اس میں ٹھیک ٹھاک گزارا ہونے لگا۔ میں اکیلا ہی تھا۔۔۔ اور پھر زمینوں سے بھی خاصی آمدنی آ جاتی تھی اس

UrduPhoto.com

لیے کرائے کی رقم میں بھی میں شہزادوں کی طرح پلنے لگا۔

شہر کا سب سے بڑھیا اور اعلا انگلش میڈیم اسکول۔

گھر پہ پڑھانے کے لیے آنے والی کانونٹ کی ٹیوٹر۔

سجا سجایا گھر، سہولت اور آسائش سے مزین کمرہ۔

اور پھر شہر کے سب سے اچھے کالج میں داخلہ۔

یہ وہ تعیشات تھے جن کے بارے میں میرے نارووال والے کزن صرف سوچ ہی سکتے تھے۔ اتنی بڑی بڑی حویلیوں میں رہنے کے باوجود کسی کو ایسا سجا سجایا مخصوص کمرہ میسر نہ تھا۔ چھ چھ بہن بھائیوں کے ساتھ بس پل رہے تھے سب۔ کسی نے میٹرک کر لیا تو کسی نے بڑا تیر مار کر ایف اے۔ پیسے کی فراوانی تھی مگر پینڈو پن کی گہری چھاپ بھی تھی جس سے اب میرے ماں باپ خاصی حد تک نجات حاصل کر چکے تھے۔ اس میں بھی زیادہ مکمل دخل میری کوششوں کا ہی تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے میں ان دنوں سترہ سال کا تھا اور نیا نیا کالج پہنچا تھا۔ جب امی نے میرے سر پہ ایک دھماکہ کیا۔

"تمہارے چچا کی بیٹی رضیہ بچپن سے تمہارے ساتھ منسوب ہے۔"

"کیا؟" میں حیرت اور صدمے کی ملی جلی کیفیت کے زیر اثر چلا اٹھا۔

"اوہو بھئی منسوب ۔۔۔ یعنی تمہاری نسبت طے ہے اس سے۔" امی نے تشریح کی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" میں روکھا ہو گیا۔

"نسبت ۔۔۔ یعنی منگنی ۔۔۔ باقاعدہ تو نہیں مگر بات [illegible]

"اتنی اردو آتی ہے مجھے ۔۔۔ میں آپ سے لغت دیکھ کر معنی [illegible] یہ پوچھ رہا ہوں کہ یہ ۔۔۔ یہ آخر ۔۔۔" بے بسی سے کوئی بات نہ کی گئی۔

اتنے میں ابو اندر آ گئے۔

"کیا ہوا ہے؟ ۔۔۔ یہ کون سا سبق سنا رہا ہے اٹک اٹک کے۔"

"خوشی کے مارے بے چارے کے منہ سے بات نہیں نکل رہی۔" امی کو اپنی مرضی کے مطلب پہنانے کے فن میں ملکہ حاصل تھا۔

"یہ اس دفعہ بھی دسویں میں پاس ہو گیا؟" ابو نے میری خوشی کی وجہ دریافت کرتے ہوئے اندازہ لگایا۔

"میرے پیارے ابو جان ۔۔۔ بندہ دسویں میں ایک ہی بار پاس ہو جائے، کافی ہوتا ہے۔ پھر اسے بار بار کم از کم دسویں میں پاس ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"آپ سمجھے نہیں میں نے اسے رضیہ کے بارے میں بتا دیا ہے۔"

"کیا؟ ۔۔۔ کہ وہ بے چاری پچھلے تین سالوں سے آٹھویں میں اٹکی ہوئی ہے؟ ۔۔۔ یا پھر یہ کہ اس کی ماں اس کے اکھڑ پن سے سخت تنگ آ گئی ہے؟ یا پھر یہ کہ اس نے اس عید پہ اپنی دونوں پھوپھیوں سے زبردست معرکہ کیا ہے اور اس فن میں اپنی ماں کو بھی میلوں دور پیچھے چھوڑ دیا ہے یا پھر یہ کہ۔"

"بس بس ابو جان اتنی اطلاعات ہی بہت ہیں۔" میں نے دل پہ ہاتھ رکھا۔

"حد کرتے ہو آپ بھی۔ میں نے تو اسے صرف یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اب تو سیانا ہو گیا ہے۔ رشتوں کی نوعیت کو سمجھ لے۔ رضیہ تیری منگیتر ہے اور وہ بھی اب بڑی ہو گئی ہے اس لیے اب چاچا کے ہاں جائے تو بچپن کی طرح چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔ بچپن کی بات اور تھی اب یہ بات بے حیائی سمجھی جائے گی۔"

"ماشاء اللہ ۔۔۔ ماشاء اللہ۔" ابو جان توصیفی انداز میں سر دھننے لگے۔

"سیانے پن کا ثبوت تو خود دیا ہے تم نے بھلے لوک۔"

"اوہو کتنی بار کہا ہے مجھے بھلے لوک نہ کہا کریں۔" امی چڑ گئیں۔

"دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ آپ کے اندر سے چک 36 کی بو باس نہیں نکل رہی۔"

"اچھا بیگم صاحب ۔۔۔ بلکہ وہ کہتے ہیں ہاں ڈارلنگ صاحب۔"

اس طرز تخاطب پہ جہاں امی بری طرح شرما گئیں وہیں میری بھی اس سنگین صورت حال کے باوجود ہنسی نکل گئی۔ ڈارلنگ کے ساتھ صاحب کا اضافہ نئی چیز تھا۔

"تو ڈارلنگ صاحب! ابھس کے پاس کھڑے بچے کے ہاتھ میں جلتی دیا سلائی تھما کے امید رکھتی ہو کہ آگ نہ لگے۔"

"ہائے ہائے ۔۔۔ کس بچے کے ہاتھ میں دے آئی میں دیا سلائی۔" امی کے ہوش گم ہو گئے۔ فوراً اٹھ کر برآمدے کی جانب لپکیں۔

"ابھس کا ڈھیر تو کوئی نہیں، روئی دھنک کے آئی رکھی ہے لحافوں میں بھرنے کے واسطے ۔۔۔ کہیں اسے ہی آگ نہ لگ جائے۔"

وہ تیز تیز کہتی اور تیز تیز چلتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔

"ابھی یہ دنیا کے کہاں سے کہاں پہنچ جانے کی خبر دے رہی تھی مجھے۔" ابو نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔ "اور اب خود کہاں کی کہاں پہنچ گئی ہے، بے وقوف۔"

"میری امی بے وقوف نہیں، سادہ ہیں۔" ماں کی حمایت کرنے سے میں کبھی نہیں چوکتا تھا۔

"اچھی بات ہے، ویسے وہ رضیہ بھی اتنی ہی سادہ ہے۔" انہوں نے لفظ سادہ پہ زور دیتے ہوئے کہا۔

میں چپ ہو گیا۔

"ابو جی ۔۔۔ یہ رضیہ ۔۔۔ میرا مطلب ہے کیا امی ٹھیک کہہ رہی ہیں؟"

"ہاں ۔۔۔ کبھی کبھی ٹھیک بھی کہہ جاتی ہے۔" وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھے۔

"یہ چکر کیا ہے ابو جی؟"

"اسی چکر پہ ساری دنیا چل رہی ہے بیٹا جی ۔۔۔ پہلے منگنی پھر شادی پھر خانہ آبادی۔"

میں بے بسی سے سرد آہ بھر کے رہ گیا۔ آج مجھے امی کا وہ گلہ سو فیصد سچ معلوم ہو رہا تھا جو وہ اکثر و بیشتر دہراتی رہتی تھیں۔

"پتا نہیں کس نے مشورہ دیا تھا، دکانیں اور مکان کرائے پہ چڑھا کر چوبیس گھنٹے گھر فارغ بیٹھ کر کھانے والے شوہر کو چوبیس گھنٹے کے لیے جھیلنا کتنا مشکل کام ہے یہ کوئی مجھ سے پوچھے اور شوہر بھی وہ جس کو بے کار رہ رہ کے بے کار باتیں کرنے کی لت پڑ چکی ہو۔"

یہ گلہ کسی حد تک صحیح پہلے بھی تھا کہ ابو بات کو بلاوجہ طول دینے کے عادی تھے۔

"تمہاری اور رضیہ کے رشتے کی بات سب سے پہلے امی جی بہشتن نے چھیڑی تھی۔ ہم سب ماں کی رضا میں راضی تھے ۔۔۔ بھئی جنت بھی تو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ ماں کو خوش کرنا سب سے بڑی نیکی ہے بچے۔" پھر چونکے، کچھ یاد آنے پہ اضافہ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت تحفہ
خواتین کا گھریلو انسائیکلوپیڈیا
شائع ہو گیا ہے
خوبصورت سرورق، آفسٹ چھپائی، مضبوط جلد،
قیمت 600 روپے
پتا ذیل سے خریدیں
● مکتبہ عمران ڈائجسٹ، اردو بازار کراچی
● احمد نیوز ایجنسی، فریئر مارکیٹ کراچی
● سلطان نیوز ایجنسی، اخبار مارکیٹ لاہور
● اشرف بک ایجنسی راولپنڈی ● مہران نیوز ایجنسی حیدرآباد
بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتہ مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی

کرنے لگے۔

"باپ کے حقوق بھی کم نہیں۔ کہیں تم اسے بالکل ہی فالتو بندہ سمجھنے لگ جاؤ۔ باپ کے لیے بھی اللہ نے بڑے حکم دیے ہیں۔ جو ان سے کوتاہی کرے اس کے لیے آخرت میں تو عذاب ہی ہے مگر دنیا میں بھی بڑی خواری ہے۔ میں جب تمہاری عمر کا تھا تو ہمارے گاؤں میں برادری کا ہی ایک جوان تھا۔۔۔ کیا نام تھا اس کا۔" وہ دماغ پہ زور ڈالنے لگے جبکہ میرا دماغ ویسے ہی گھوم رہا تھا۔

"ابو جی!" میں نے انہیں حال میں کھینچنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔۔۔ منظور حسین نام تھا اس کا بڑا اُتھرا تھا۔ باپ کو تو کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا۔ ایک دفعہ جی۔۔۔ کیا ہوا کہ۔"

"ابو جی آپ دادی جان کی آخری فرمائش کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے۔"

اس سے پہلے کہ وہ منظور حسین کا کوئی سبق آموز یا عبرت انگیز واقعہ سناتے سناتے بھٹک کے کہیں اور چلے جاتے میں نے یاد دلایا۔

"ہاں۔۔۔ امی جی کی آخری فرمائش۔۔۔" ان کے ٹریک پہ آنے سے میں نے اطمینان کی سانس لی۔

"آخری دنوں میں ان کو آم کھانے کو بڑا جی چاہتا تھا اور دن تھے جاڑے کے بھی چونسہ مانگتیں تو کبھی انور راٹھور اور ہم سارے پریشان کہ اپنی بیاری ماں کی یہ خواہش کیسے پوری کریں۔۔۔ تم کیا جانو ماں کے کتنے حقوق ہوتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک بندہ تھا منظور حسین۔"

"ابو جی!" میں نے جلدی سے ان کی بات کاٹنے کی گستاخی کی۔

"میری ٹیوشن کا وقت ہو گیا ہے میں جا رہا ہوں نہیں تو سر ڈانٹیں گے۔"

"ہاں ہاں جاؤ استاد کو ناراض نہیں کرنا چاہیے استاد کے بھی بڑے حقوق ہوتے ہیں۔"

مجھے پیچھے تک ان کی آواز آتی رہی اور میرے قدم تیز سے تیز تر ہوتے گئے۔

☼ ☼ ☼

"امی جی نے جب تمہاری اور رضیہ کی بات چھیڑی تب سرسری طور پہ دونوں بھائیوں نے ہاں کر کے منظوری دے دی تھی لیکن جب ہم لاہور آنے لگے تب تمہارا چاچا اڑ گیا کہ اس کی رضیہ سے نکاح پڑھوا کے پھر لاہور جاؤ۔" امی نے بعد میں ڈھنگ سے بتایا۔

"خیر نکاح پہ تو نہ میں مانی نہ تمہارے ابو، خالی منگنی ہی ہوئی تھی۔ ایک انگوٹھی ڈالی تھی ہم نے رضیہ کو تمہارے نام کی اور تمہارے چاچے نے تمہیں پہنائی تھی۔"

اب مجھے یاد آیا کہ جانے سے پہلے انہوں نے میری انگلی میں سونے کی انگوٹھی ڈال کے میرا ماتھا چوما تھا اور کہا تھا۔

"آج سے آفتاب میرا بیٹا۔"

"اب تو رضیہ باقاعدہ ہماری بہو ہے۔"

"خوامخواہ میں؟" میں بدک اٹھا۔

"زبان دی ہے تمہارے باپ نے۔"

"کوئی نہیں دی۔ ان کے پاس ہی ہے۔ جا کے ذرا بیٹھیں ان کے پاس پندرہ منٹ میں آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ان کے پاس اپنی ہی نہیں دو چار ایکسٹرا زبانیں بھی ہیں۔ ایک تھکتی ہے تو دوسری شروع ہو جاتی ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ باپ ہے تمہارا شرم نہیں آتی یوں مذاق کرتے ہوئے۔"

"مذاق تو آپ کر رہی ہیں میرے ساتھ۔ بھلا میں اور رضیہ؟"

"رضیہ میں کیا برائی ہے؟"

"تین چار تو کل ابو جی نے خود گنوائی تھیں۔ انھوں نے گن کیل۔۔۔ اور وہ بھی کئی بار کی۔۔۔ بدزبان، بدمزاج اور لڑاکا۔۔۔ جسے بزرگوں کا بھی لحاظ نہیں۔ آپ نہ روکتیں تو ابھی میرے پیارے ابو جان اور بھی

اکشافات کرنے والے تھے۔"

"بڑی عزت کرتی ہے وہ میری۔ جب جاؤں سر آنکھوں پہ بٹھاتی ہے۔ ہاں پچھلی عید پہ پھوپھیوں کے ساتھ تھوڑی منہ ماری ہوئی تھی آپس کی۔ مگر تمہیں سچائی کا پتہ نہیں۔ تمہاری پھوپھیوں نے اپنے وقتوں میں بھابیوں کی ناک میں کم دم نہیں کر رکھا تھا۔ رضیہ کی ماں کی تو آئے دن شامت آئی رہتی تھی۔ بس ماں پہ ہونے والے ظلموں کی وجہ سے اس کے دل میں ذرا سا زہر بھرا ہے۔ کیا کبھی بات پہ ماں ہی کی خاطر بھڑک گئی ہو۔ ویسے بڑے ادب لحاظ والی ہے۔ تکیے بڑے اچھے کاڑھتی ہے۔"

"کیا کوالٹی ہوئی؟" میں ذرا متاثر نہ ہوا۔

"پچھلی بار گڑ والے چاول بڑے مزے کے بنائے تھے۔"

"مجھے چاول پسند ہیں نہ گڑ۔"

"مگر رضیہ ضرور پسند آئے گی۔ ایسی گوری چٹی، اونچی لمبی گز گز لمبے بال۔۔۔ اتنی اتنی بڑی آنکھیں۔" انہوں نے ہاتھ سے کوئی سنگترے کے سائز جتنا اشارہ کر کے بتایا میں جھرجھری لے کر رہ گیا۔

"امی۔۔۔ جانے دیں۔ اتنا بڑا تو چہرہ نہیں ہوتا آج کل کی لڑکیوں کا آپ آنکھیں بتا رہی ہیں۔"

"وہ کوئی تمہارے کالج کی لڑکی نہیں ہے۔ جس کا منہ کے دانے برابر سوکھا سڑا ذرا سا منہ ہوگا اور اوپر نقطے کی طرح ڈیلے پوری ہیر سیال ہے۔"

"یہ کون سا پھل ہے؟"

"پھل؟۔۔۔ کیا پڑھاتے ہیں تمہارے کالج میں؟ ہیر رانجھا کی ہیر کا بھی نہیں پتہ۔"

"کالج میں عشقیہ داستانیں نہیں پڑھائی جاتیں اور آپ صرف ہیر کہہ دیتیں تو میں سمجھ جاتا۔ آپ تو بمعہ ولدیت ایسے نام لے رہی ہیں جیسے۔۔۔" میں نے سر جھٹکا۔

میں بڑبڑاتا ہوا کمرے میں آ گیا اور بستر پہ لیٹ کر اس کی شکل یاد کرنے لگا۔ دو تین بے ترے سے چہرے آپس میں گڈمڈ ہونے لگے۔ پتہ نہیں ان میں سے بڑی پھوپھو کی نصرت، رشیدہ کون سی ہیں چھوٹی پھوپھو کی نسرین، خالدہ کون سی اور کون رضیہ۔ مجھے تو سب کی شکل ہمیشہ ایک سی لگتی۔ وہ کھینچ تان کے کس کر بنائی چٹیا۔۔۔ بھر بھر سلائیاں والا سرمہ، ہاتھ پیر مہندی اور چوڑیوں سے بھرے اور بدتمیزیوں والی تھی۔ جب بھی انہیں دیکھا چھچھوریوں کی طرح دوپٹوں کے گولے منہ میں ٹھونس کر ہنسی دباتے گرتے ہی دیکھا۔ ہمارا آنا جانا لگا ہی رہتا تھا وہاں کم از کم ایک عید تو سب بہن بھائی مل کے مناتے تھے مگر میری اپنی کسی کزن سے بے تکلفی نہیں تھی۔ اس میں جہاں کچھ دخل اس حویلی کے ماحول کا تھا کہ وہاں بے تکلفانہ دوستیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا' وہیں کچھ ہاتھ میرے اپنے مزاج کا بھی تھا۔ میں نے خود کو اپنے دیگر کزنز سے الگ سمجھتے ہوئے ہمیشہ الگ تھلگ رہنے کی ہی کوشش کی اور کچھ یوں تھا کہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑا ہونے کے باوجود ابو جان اولاد کے معاملے میں سب سے چھوٹے تھے یعنی ان کے چھوٹے بھائیوں کے اکثر بیٹے شادی شدہ اور بال بچے والے تھے جبکہ میں ابھی مین اسٹیج میں تھا۔ عمر کا فرق بھی دوستی اور بے تکلفی کے آڑے آتا تھا۔ اتفاق کی بات تھی کہ چاچاؤں اور پھوپھیوں کے بیٹے تقریباً سارے کے سارے مجھ سے آٹھ آٹھ دس دس سال بڑے تھے جبکہ بیٹیاں یا تو مجھ سے چھوٹی یا پھر میری ہم عمر۔ مگر مجھے اس بے کشش ڈھیر سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ سخت بیزاری ہوتی تھی مجھے وہاں جا کے ان شرماتی لجاتی بے تکی حرکتیں کرتی اوتی بوتی رضیہ، نسرین، نصرت وغیرہ کو دیکھ کے اور یہ اطلاع ہی میرے لیے پھانسی کے حکم کے برابر تھی کہ ان میں سے ایک کے ساتھ میرا مقدر چار پانچ سال پہلے پھوڑا جا چکا ہے۔

"دیکھی جائے گی۔" میں نے دل کو تسلی دی۔

☼ ☼ ☼

جیسے جیسے روز گزرتے جا رہے تھے میرا دل

"لیکن" اس نے دوسرے ہاتھ میں پکڑے لال لال نوٹ دکھا کے کہا۔

"جا کے اپنے بڑوں سے مانگو۔"

"تم بھی تو مجھ سے بڑے ہو پورے ڈیڑھ سال۔"

"کیا مصیبت ہے۔" میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں؟" وہ میرے سامنے تن کے کھڑی تھی۔

"بقر عید پہ قربانی کے لیے سجی گائے جیسی۔" میں نے اس بے ڈھنگی تھپی منڈی۔ بھاری زیورات اور زرق برق لباس کو تنقیدی نظروں سے گھورتے ہوئے چبا چبا کے کہا اور اپنے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر لیا۔

مجھے رضیہ کی بے باکی اور جرأت پہ حیرت تھی۔ یہاں گھر کا ماحول اتنا آزاد نہیں تھا اس کے باوجود اور میں نے تو اس کی کسی قسم کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کی تھی پھر اس کی ہمت ہوئی کیسے؟ شاید اس رشتے کی وجہ سے جو ہمارے درمیان موجود ہے۔

"تم نے رضیہ کو کچھ کہا ہے؟" دوپہر کو امی سنجیدگی سے مجھ سے سوال کر رہی تھیں۔ میں رضیہ کی چغل خوری پہ دنگ رہ گیا۔ ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری۔

"وہ تو... وہ تو میں نے مذاق کیا تھا امی۔"

"ہمیں تمہیں گھر سے اسی لیے سمجھا کے لائی تھی مگر تم تو بہت ہی نالائق نکلے۔ شرم نہیں آتی تمہیں گھر کی بچی سے ایسے مذاق کرتے ہوئے مانا کہ وہ تمہاری منگیتر ہے مگر ادب لحاظ شرم حیا بھی کوئی چیز ہوتی ہے مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ میں نے تمہاری ایسی تربیت تو نہیں کی تھی۔"

"پلیز امی ہمارے [illegible] مجھے تو [illegible] دے۔ بتائیں ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے۔"

"دیکھو بیٹا وہ گھر کے سادہ ماحول میں پلی بڑھی شرمیلی سی شریف بچی ہے اس کے ساتھ تمہیں ایسا مذاق نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کیا؟ کیا؟" حیرت سے میری [illegible] گئی۔

UrduPhoto.com

"اور کیا؟ وہ تو سخت گھبرائی ہوئی ہے۔ کمرے سے ہی نہیں نکل رہی۔ اس کی ماں نے مجھے بلوا بھیجا۔ میں نے پیار سے پوچھا تو بتایا کہ وہ تمہاری وجہ سے کمرے سے باہر نہیں آ رہی۔ پتہ نہیں تم نے کیا حرکت کی ہے اس کے ساتھ کہ میں تو تمہاری چچی کے سامنے نظر اٹھانے کی ہمت نہ کر سکی۔ بڑی مشکل سے اسے سمجھایا ہے کہ یہ بات مردوں کے سامنے نہ نکلے۔"

"کون سی بات؟" میں ابھی تک حق دق تھا۔ بات پوری طرح سمجھ میں آنے کے باوجود کہیں نہ کہیں اب تک اٹکی ہوئی تھی۔

"یہی تمہاری چھیڑ چھاڑ والی۔" وہ ناراضی سے بولیں۔

"چھیڑ چھاڑ میں نے کی؟"

"نہیں وہ سیٹیاں مارتی ہے تمہیں وہی چٹکیاں بھر گئی ہے اور وہ واہیات گانا بھی اس نے گایا تھا وہ گلے لگانے والا توبہ۔ ہم اتنے لوفر ہو گئے مجھے اندازہ نہ تھا۔"

"بے شک سیٹیاں نہیں ماریں، چٹکیاں نہیں بھریں مگر گانا تو وہی گا کے گئی تھی۔"

"تو وہ کوئی گانا تھا۔ بچی نے کتنے بھولے پن سے آئے کی فرمائش پوری کی تھی۔ اس کا تو بچپنا نہیں گیا ابھی۔۔۔ اسی لیے تو تمہاری حرکتوں سے خوف زدہ ہو گئی ہے۔"

"کیسی حرکتیں؟ کون سی حرکتیں؟ اس نے بکواس کی اور آپ نے مان لیا۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ آپ اسے میرے سامنے لائیں۔"

"اب وہ نہیں آنے والی۔ اس کی ماں نے پردے میں بٹھا دیا ہے۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے ہمارے لیے کہ ہمارا بیٹا اپنے ہی سگوں کی نظر میں اتنا بے اعتبارا ہے کہ وہ اپنی بیٹیاں چھپاتے پھر رہے ہیں۔ ابھی ہم کل کا دن یہاں ہیں۔ اپنے اوپر کنٹرول رکھو۔ تاک جھانک مت کرتے پھرنا۔"

"امی۔۔۔ آپ" میں روہانسا ہو گیا۔ اس لڑکی نے مجھے ماں کی نظر میں دو کوڑی کا کر کے رکھ دیا تھا۔

"ہاں ہاں سمجھتی ہوں میں۔ وہ منگیتر ہے تمہاری مگر

شریفوں کے کچھ اطوار ہوتے ہیں۔ تمہاری چچی نے بھی تمہیں ہونے والا داماد سمجھ کے درگزر کر دیا ہے ورنہ وہ بڑی ہتھ چھٹ عورت ہے۔"

میں ایسا سہما کہ اگلے دن تک بستر سے نکلنے کا نام نہ لیا۔

* * *

اس واقعے کا اثر مجھ پہ تادیر رہا۔ رضیہ کے بارے میں میری رائے پہلے بھی اچھی نہ تھی اب اور بری ہو گئی۔ ادھر جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا۔ دونوں گھروں میں یہ ذکر زیادہ شدت سے ہونے لگا۔ اب تو تحائف کا لین دین بھی شروع ہو گیا۔ عیدیاں وغیرہ باقاعدہ اہتمام سے آنے لگیں۔

"یہ لو مٹھائی۔۔۔ منہ میٹھا کرو۔ نارووال سے آئی ہے۔" امی نے میرے منہ میں چم چم ٹھونسی۔

"اب کس نے آبادی میں اضافہ کیا ہے؟" عموماً وہاں سے مٹھائیاں ان ہی خبروں کے ساتھ آتی تھیں۔

"رضیہ نے میٹرک پاس کر لیا ہے۔" اتنی سرشاری سے بتایا گیا جیسے اس نے سی ایس ایس کا امتحان پاس کر لیا ہو۔

"خاصی رقم خرچ ہو گئی ہو گی چچا کی۔" میں نے قیاس آرائی کی جسے وہ ذرا نہ سمجھ سکیں۔

"میں نے انور سے کہا ہے کہ رضیہ کو لاہور کے کسی کالج میں داخل کرا دو۔"

"کیوں نارووال میں کیا گرلز کالجز نہیں ہیں یا سب میں وہ بلیک لسٹ قرار دے دی گئی ہے۔"

"کالج کیوں نہیں ہیں۔ مگر میں نے سوچا تمہیں اس کی جن جن باتوں پہ اعتراض ہے شاید وہ لاہور رہنے کی وجہ سے ٹھیک ہو جائے۔ یہاں کے طور طریقے سیکھ لے۔ مگر انور ہچکچا رہا تھا کہہ رہا تھا لوگ باتیں کریں گے کہ بیٹی کو شادی سے پہلے رخصت کر دیا۔ منگیتر کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہتی ہے۔ حالانکہ میں نے اتنا سمجھایا کہ یہ اس کے تایا کا گھر بھی تو ہے۔"

"چچا بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" میں زور دے کر بولا۔ "وہ ایک عقل مند باشعور، سمجھ دار اور ذہین انسان ہیں۔"

"تو میں کیا احمق، بے وقوف اور بے عقل ہوں۔ [illegible] تم تو ابھی سے سسرال والوں کی ہی [illegible] سائیڈ لینے لگے۔ میں نے ایسا حل نکالا ہے کہ انور راضی ہو گیا ہے۔"

"کہیں آپ اسے گھر میں ٹھہرانے کی خاطر مجھے تو باہر نہیں نکال رہیں؟" میں گھبرا گیا۔

"میرا دماغ خراب نہیں ہے۔ میں نے انور کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اسے ہاسٹل میں ڈال دے۔ ہفتہ وار چھٹی وہ میرے ہاں گزار لیا کرے گی۔ آگے پیچھے بھی تم اور تمہارے ابو اس کی خبر گیری کرتے رہا کریں گے۔"

"خیر تو میں اس کی ایسی لوں گا کہ بس ایک بار آ جائے۔" امی کے جانے کے بعد میں نے دانت کچکچا کے کہا۔

* * *

"تائی امی میں نے نئے نئے فیشنوں کے سوٹ جوڑے سلائے ہیں۔ میں ابھی آپ کو دکھاتی ہوں۔ لیکن میچنگ سینڈلیں نہیں ہیں میرے پاس آپ مجھے انار کلی لے جانا۔ میں دس بارہ جوتیاں بھی لوں گی۔"

"سر سلامت رہے جوتیاں بہت۔" میں اس کے نزدیک سے گزرتا ہوا اس طرح بڑبڑایا کہ اسے سنائی بھی دے اور نہ بھی سنائی دے۔ وہ چونک کر چپ ہوئی تو میں سمجھ گیا کہ میرا مقصد پورا ہو گیا ہے۔

"یہ تم کیا الم غلم ڈھیر اٹھا لائی ہو۔" امی نے مایوسی سے اس کے ملبوسات دیکھ کر کہا۔ "ویسے بھی کالج میں تو یونیفارم پہننا ہے۔ ہاسٹل میں کوئی ہلکے پھلکے آرام دہ سادہ کپڑے چل جاتے۔"

"میں ہلکے کپڑے پہنوں گی تائی جی تو ہاسٹل کی لڑکیاں مجھے بھی پیچھے سے ہلکا ہی سمجھیں گی۔" وہ

ہاں آجاتی تھی‘ اسی طرح میں بھی اپنا بوریا بستر اس کی آمد سے پہلے لپیٹ لیا کرتا اور عثمان کے ہاں جا ڈیرہ جماتا۔ کمبائن اسٹڈی کا بہانہ خاصا کام آتا تھا۔ امی کو میرا یہ معمول ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔

”امی پلیز..... جب میں رضیہ کے یہاں دو دن رہنے والے معاملے پہ سمجھوتا کر چکا ہوں تو آپ کیوں نہیں کر لیتیں۔ کیوں ہر بار میرے وہاں جانے پہ بحث شروع کر دیتی ہیں۔“

”بحث؟ میں بحث شروع کرتی ہوں؟ ٹھیک ہے تم ایسے نہیں باز آؤ گے۔ میں تمہارے ابو سے بات کرتی ہوں پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ بحث ہوتی کیا ہے؟“

”امی‘ امی بات تو سنیں۔“ میں گھبرا کے ان کے پیچھے لپکا۔ مگر وہ اپنا کام کر کے رہیں۔ آدھے گھنٹے بعد ہی میں ابو جان کے رحم و کرم پہ تھا۔

”برخوردار یہ کیا تماشا ہے؟ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟“

”آپ بول رہے ہیں ابو جی..... سن نہیں رہے۔“ میں ہلکا سا منمنایا۔

”بکواس بند کرو اور سچ سچ بتاؤ ہر ہفتے اپنے دوست کے ہاں ڈیرہ جمانے کی اصل وجہ کیا ہے؟“

میں چپ رہا۔ وہ چند سیکنڈ تک گھورتے ہوئے میرے جواب کا انتظار کرتے رہے پھر دوبارہ گرجے۔

”جواب دو..... بولتے کیوں نہیں؟“

”آپ نے خود ہی تو بکواس بند رکھنے کا حکم دیا ہے۔“

”تو کیا تم علاوہ بکواس کے اور کچھ نہیں کہنا جانتے؟“ وہ اور بھی بگڑ گئے۔ ”سیدھی طرح بتاؤ۔“

”سیدھا جواب یہی ہے کہ پڑھائی کے لیے جاتا ہوں۔“

”کیا کرتا ہے تمہارا دوست؟“

”میرا کلاس فیلو ہے کرنا کیا ہے‘ میری طرح ہی اسٹوڈنٹ ہے۔“

”تو تم اس سے کیا پڑھنے جاتے ہو جو خود تمہاری جماعت میں پڑھتا ہے۔“

”میں اس کے ساتھ بیٹھ کے پڑھتا ہوں۔ یکسوئی اور دھیان سے جواب ہمارے گھر میں ناپید ہے۔“

”مگر تمہاری امی کہہ رہی تھیں کہ تم رضیہ کی وجہ سے بھاگ جاتے ہو‘ وہ جھوٹ بول رہی ہے یا تم؟“

”کوئی بھی نہیں..... میں پڑھنے اور صرف پڑھنے کے لیے عثمان کے ہاں جاتا ہوں اور اس کی وجہ رضیہ ہی ہے۔ اس کے یہاں ہوتے ہوئے اس گھر کا کوئی کونہ ایسا نہیں ہوتا جہاں بندہ سکون کا سانس لے سکے۔ کبھی ٹی وی پہ اونچی آواز میں بے کار قسم کی فلمیں‘ ڈرامے اور گانے..... کبھی زیتون سے تو تو میں میں ہمارے گھر میں کبھی اس قسم کی زبان نہیں استعمال ہوئی جیسی وہ بولتی ہے۔ سن سن کر میرا دماغ پکنے لگتا ہے اور‘ اور جب دماغ کی یہ حالت ہو تو پڑھائی کیسے ہو گی۔“

”ہوں..... ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں سمجھاتا ہوں۔“ انہوں نے سر ہلا کے کہا۔ میرے دل نے خوشی کے مارے بھنگڑا ڈالنے کے لیے ایک ٹانگ اٹھائی۔

”رضیہ سے؟ اسے سمجھائیں گے؟ منع کر دیں گے؟“

”میں تمہاری ماں سے بات کروں گا‘ اسے سمجھاؤں گا کہ تمہیں جانے دیا کرے اسے منع کر دوں گا کہ مت ٹوکا کرے تمہیں۔“

”یعنی رضیہ کو کچھ نہیں کہہ سکتے آپ؟“

ٹانگ واپس نیچے آگئی۔

”بھئی اب اسے کیا کہوں ایک تو وہ بھتیجی‘ دوسرے مہمان اور تیسرے ہونے والی بہو اور بہو اور سسر کا تو رشتہ ہی بڑا عجیب ہوتا ہے۔ چاچے بھتیجی کا رشتہ اس سے بھی عجیب میری اماں جی بھی اپنے چاچے کی بہو تھیں۔ بڑا پیار تھا ان میں اور میرے دادا جی میں۔ دادا جی اپنے زمانے کے بڑے مشہور پہلوان تھے۔ جب اکھاڑے میں اترتے تھے تو..... ہاں ایک بار گجرانوالہ کے شاہو پہلوان کو پچھاڑ ڈالا تھا انہوں نے۔ شیرِ نارووال کا خطاب ملا تھا انہیں۔ اس زمانے میں

UrduPhoto.com

رگ سے واقف ہوں۔"

"بس یہی تو رونا ہے تمہارے باپ کا' کام کی بات کرنی نہیں اور ادھر ادھر کے قصے سنا ڈالنے ہیں۔ لیکن تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ سیدھی طرح بتاؤ یہ بی اے والا چکر کیوں چلایا ہے؟"

"وہ دراصل..." میں نے گلا صاف کیا۔ "میں چاہتا تھا کہ رضیہ... یعنی جس سے بھی میری شادی ہو' وہ کم از کم گریجویٹ ہو۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"امی پلیز کم از کم آپ یہ مت کہیے گا کہ میٹرک پاس لڑکی کے لگائے تڑکے اور گریجویٹ لڑکی کے لگائے تڑکے میں کیا فرق ہوتا ہے؟ میں کسی ایسی لڑکی کے ساتھ تو شاید گزارا کرلوں جسے سرے سے دال میں تڑکا لگانا ہی نہ آتا ہو مگر ایسی لڑکی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا جس سے میرے خیالات نہ ملتے ہوں۔"

"مگر خیالات ملنے کے لیے بی اے پاس کرنا ضروری نہیں ہے۔" وہ بدستور مصر تھیں۔

"تم بات سمجھنے کی کوشش کرو' رضیہ سے بی اے چار پانچ سال تک نہیں ہونے والا۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ "مجھے بھی کوئی جلدی نہیں۔ وہ آرام سے کرتی رہے بے شک دس سال لگالے۔"

"اس کے باپ کا راج ہے جو وہ دس سال لگالے۔" امی جلال میں آگئیں۔ "میں اسی سال کے آخر تک تمہاری شادی کرا کے رہوں گی۔"

اور یہ بات میں جانتا تھا' وہ اپنی اکلوتی اولاد۔ اور وہ بھی بڑھاپے کی اکلوتی اولاد کے سر پہ سہرا باندھنے کے لیے اس کے بڑھاپے کا انتظار نہیں کرسکتی تھیں۔ ان کی عمر کی خواتین اب تک نواسے نواسیاں' پوتے پوتیاں کھلانے کے سارے چاؤ بھی پورے کرچکی تھیں۔ اسی لیے میں نے دس سال تک انتظار کرنے والی بات کہہ کر انہیں خبردار کیا تھا۔

"شادی کے بعد وہ بے شک دس سال لگا کے بی اے کرے یا پندرہ سال لگا کر۔"

"امی!" میں نے احتجاج کرنا چاہا۔

"بس... میں نے طے کرلیا ہے۔ ہم دونوں پوتے کا منہ دیکھ کر اس دنیا سے جانا چاہتے ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی' کیا آپ کو پتہ ہے کہ اس سال کے آخر تک میری شادی کروانے سے اگلے سال کے آخر تک آپ لازما "اپنے پوتے کا منہ دیکھ لیں گی؟"

"ہمیں تو اللہ کے کرم سے پوری امید ہے مگر تم اتنے بے یقین کیوں ہو؟" امی نے ایسے اچنبھے انداز میں پوچھا کہ میں بلبلا اٹھا۔ خفت کے مارے کتنی دیر تک تو نہ نظریں اٹھا سکا نہ کوئی جواب بن پڑا۔

"وہ دراصل... میرا مطلب تھا ایسی مرادیں پوری ہونے میں بھی کئی سال لگ جاتے ہیں۔ قدرت کا کوئی پتہ تھوڑی ہوتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں' بے شک دس سال لگ جائیں۔" وہ میری بات میرے ہی منہ پہ مار کے چلی گئیں۔

☼ ☼ ☼

"آپ میرے پاس ہونے کی خوشی میں مجھے کیا تحفہ دو گے؟"

"پہلے تم پاس تو ہو جاؤ۔"

اس کے بے حد لاڈ سے کیے سوال کے جواب میں میں نے خاصی رکھائی سے کہا۔ جس کا اس پہ خاص اثر نہ نظر آیا۔

"میں تو سونے کی چین لوں گی۔"

"اور میں چین کا سانس..."

"وہ کیوں؟"

"ایف اے کا معرکہ سر کرلینے کے بعد تم اللہ اللہ کرکے اپنے گھر تو سدھارو گی نا... پھر یہ گھر دوبارہ مجھے اپنا گھر لگنے لگے گا۔" میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"زیادہ خوش ہو کر "پاٹنے" (پھٹنے) کی ضرورت نہیں ہے۔ رزلٹ آنے کے بعد مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہاں لانے کی تیاریاں شروع ہوجائیں گی۔ تائی جی تو ابھی سے بری کے جوڑوں

لے رہی ہیں۔"

"کیا صلاح لے رہی ہیں؟" میں چونکا ہوا۔

"یہی کہ جوڑے کتنے ہونے چاہئیں۔ کیسے ہونے چاہئیں بھاری کتنے ہوں اور سادے کتنے۔"

"چہ چہ۔۔۔ اور تمہاری خوش فہمی کہ تم اسے اپنے اوپر لے گئیں۔ ہو سکتا ہے وہ میری بری کے لیے تم سے رائے لے رہی ہوں۔ مگر یہ بری تمہارے لیے ہی تیار ہو رہی ہے۔ اس کا یقین مت کرنا امی آج کل میرے لیے لڑکیاں دیکھ رہی ہیں۔"

میں نے پوری پوری کوشش کی اسے ورغلانے کی۔ امی سے متنفر کرنے کی اور دل برداشتہ کرنے کی مگر وہ لاپروائی سے ہاتھ ہلا کے کہنے لگی۔

"اور آپ کی خوش فہمی کہ۔۔۔ آپ تائی جی کی اس لڑکیاں ڈھونڈنے والی بات کو اپنے اوپر لے گئے۔ حالانکہ وہ تو گھر کے کام کاج کے لیے کوئی ڈھنگ کی چھوکری ڈھونڈ رہی ہیں۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ زیتون اس گھر میں رہے گی تو میں نہ آؤں گی۔ اب ظاہر ہے انہیں ہونے والی بہو کی بات ماننی ہے نہ کہ نوکرانی کا لحاظ کرنا ہے۔ اس زیتون (گالی) کو تو میں بتا دوں گی کہ مجھ سے منہ لگانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

اس نے اس روانی سے میرے سامنے گالی بکی کہ میں دم بخود رہ گیا۔ کسی عورت کی زبان سے اس قسم کی گالی سننے کا یہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ اس سے پہلے بھی اس کی زبان کے جوہر بارہا دیکھے تھے مگر ایسی گالی۔

"رضیہ سلطانہ، تم سے شادی تو میں مر کے بھی نہ کروں۔" میں نے بھی قسم کھالی۔

☼ ☼ ☼

عثمان سے پتہ چلا کہ اس کی امی کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے خزینہ آج کل ہاسٹل سے ان کے ہاں آئی ہوئی ہے۔ ایک زبردست موقع تھا امی کو اس سے ملوانے کا۔ مگر میں یہ بھی جانتا تھا کہ اگر میں خزینہ سے شادی کی خواہش کا اظہار کر کے انہیں اس سے ملواؤں گا تو شاید وہ سرے سے ملنے سے ہی انکار کر دیں اور اگر ملیں بھی تو تعصب کی عینک لگا کر۔ اس لیے میں نے آنٹی یعنی عثمان کی امی کی عیادت کے لیے انہیں تیار کرنا چاہا۔

"تم ہو تو آتے ہو روزانہ۔۔۔ میں جا کے کون سی زمانے سے انوکھی تیمارداری کر آؤں گی۔"

وہ پتہ نہیں کیوں آلکسی دکھا رہی تھیں ورنہ ایسے کاموں میں ہمیشہ آگے آگے رہتی تھیں۔

"میری بات اور ہے۔ آپ کی بات اور۔ وہ میرا بڑا خیال رکھتی ہیں۔ کیونکہ میں ان کے بیٹے کا دوست ہوں۔ آپ کو ان کی عیادت کے لیے جانا چاہیے کیونکہ وہ آپ کے بیٹے کے دوست کی امی ہیں۔"

"زیادہ سبق مت پڑھاؤ۔ میں تو اس لیے کہہ رہی تھی کہ میرے اپنے گھٹنوں میں اتنا درد ہے۔ چلنے پھرنے سے عاجز ہوں۔"

"میں پیدل نہیں گاڑی لے کر جا رہا ہوں۔" ان کے اتنا حجت کرنے پہ میں چڑ گیا۔ اندر ہی اندر ڈر بھی گیا کہ کہیں انہیں معاملے کی بھنک تو نہیں پڑ گئی جو ٹالی کر رہی ہیں۔

"ابھی وہ رضیہ لینے آجائے تو سب درد بھلا کے چل پڑیں گی۔ آپ انار کلی اور اچھرہ بازار۔" میں بڑبڑایا۔

آخر کار سو احسان دھر کے وہ میرے ساتھ عثمان کے ہاں پہنچیں۔ سارے راستے میں دل ہی دل میں دعائیں کرتا رہا کہ خزینہ ایسے ان کے دل کو چھوئے کہ رضیہ چیخیں مارتی نکل جائے۔

"یہ کون بچی ہے؟ تمہاری بہن؟" خزینہ کو دور سے ہی دیکھ کے انہوں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا، میرے دل نے زور سے دھڑک کر شور مچایا۔

"بہن ہی سمجھ لیں۔ پھوپھو کی بیٹی ہے۔" عثمان نے تعارف کرایا۔ خزینہ اپنی عادت کے مطابق بڑے قرینے اور سبھاؤ سے ان سے ملی۔ پھر آنٹی کو پرہیزی کھانا بھی ان کے سامنے بڑے اصرار سے کھلایا، دوا دی۔ پیروں پہ مالش کی۔ اس دوران وہ امی سے چھوٹی چھوٹی عام سی لیکن پیاری باتیں کرتی رہی۔ مجھے پہلے سے الگ بھی لگی اور کہیں زیادہ اچھی بھی۔

"آپ کی تو خاصی دوستی ہو گئی ایک ہی گھنٹے میں؟" واپسی پہ میں نے ان کے خیالات ٹٹولنا چاہے۔

"ہاں اچھی خاتون ہیں۔ ہماری عادتیں بھی بہت ملتی جلتی ہیں۔ اور بیماریاں بھی۔ ان کو بھی جوڑوں کی ہی تکلیف۔"

"میں خزینہ کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں وہ۔۔۔ کچھ عجیب سی لڑکی ہے۔ بالکل مس۔"

"کیا۔۔۔؟" میرے پاؤں بریک پہ جا پڑے۔ گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ جا رکی۔

"تمہاری گاڑی کیوں بس ہو گئی؟"

"خزینہ آپ کو عجیب سی لگتی ہے اور۔۔۔ اور۔۔۔" آگے کے الفاظ ادا کرنے کی مجھے جرأت نہ ہوئی۔ جیسے خزینہ کی بے عزتی ہونے کا احتمال ہو۔

"ہاں تو اور کیا؟ لڑکیوں والی کوئی بات ہی نہیں اس میں۔ نہ ہنسنا نہ بولنا۔ عجیب پکی سی شکل ہے اور پکی پکی باتیں۔ بڈھی روح۔"

"وہ بہت اچھی باتیں کرتی ہے۔"

"اچھا۔۔۔ تو تم اس کی باتیں سننے یہاں گھسے رہتے ہو۔" امی نے اس بری طرح گھورا کہ میں گڑبڑا کے رہ گیا۔

"وہ یہاں کب ہوتی ہے؟ وہ تو ہاسٹل میں رہتی ہے۔ اور آپ کی اس لاڈو رانی رضیہ کی طرح اندھا کانا نہیں رہتی کہ دو دن ہاسٹل میں اور چار دن کسی اور کا خون جلانے اس کے ہاں۔"

"اب رضیہ کا یہاں کیا ذکر؟" وہ کچی کچی مشکوک ہو گئی تھیں۔ میں نے مزید بات آگے بڑھانے کی بجائے چپ چاپ ڈرائیونگ کرنے میں ہی اپنی بہتری جانی۔ مگر وہ بھی میری ماں تھیں۔ باقی کا سارا راستہ وہ چپ چاپ کچھ سوچتی رہیں اور میرا دل ہولتا رہا۔

☼ ☼ ☼

"کہاں جا رہے ہو؟" مجھے پیچھے سے ان کی آواز آئی تو ٹھٹک کر رک گیا۔

"عثمان کے ہاں۔" ان کے سوال پہ حیران ہوتے ہوئے میں نے کہا۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ میں سوائے عثمان کے اور نہ کسی سے ملتا ہوں نہ اس کے گھر جاتا ہوں۔

"امتحان ہو چکے اب کون سی پڑھائیاں کرنے جاتے ہو؟"

"بس ایسے ہی گپ شپ کے لیے۔"

"رضیہ کل سے آئی ہوئی ہے۔ اس سے کر لو گپ شپ۔"

میں ڈنک کھا کر بدک گیا۔ پہلی بار انہوں نے اس قسم کا مشورہ دیا تھا ورنہ وہ خاصے پرانے خیالات کی خاتون تھیں۔ رضیہ سے میری بے زاری پہ مجھے ٹوکا ضرور کرتیں مگر کبھی بھی دوستی پیدا کرنے پہ زور نہیں دیا تھا۔ میں اسے غنیمت جانتا تھا پھر اب یہ مشورہ؟

"کھڑے کھڑے چلا تمہیں کیوں مار رہے ہو؟ کیوں رضیہ سے گپ شپ کرتے ہوئے تمہیں حیا آتی ہے؟" انہوں نے خاصے طنزیہ اور جلے انداز میں پوچھا۔

میں نے بھی اتنے ہی جلے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "جیسی باتیں وہ کرتی ہے 'حیا' ہی آتی ہے۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ وہ پکی صورت والی کون سا تمہیں درس دیتی ہو گی۔ جس کی باتیں سننے بھاگ رہے ہو وہاں۔"

"حد کرتی ہیں امی۔" میں کھسیا گیا۔ "وہ وہاں کہاں؟ اتفاقاً آئی ہوئی تھی اس دن؟ میں تو یونہی بس ایسے ہی ٹائم پاس کرنے۔"

"اتنا ٹائم ہے تو ہمیں دو نا۔۔۔ میرے تو گھٹنے سخت درد کر رہے ہیں۔ تم رضیہ کو ذرا البرٹی تک لے جاؤ۔ اسے کچھ شاپنگ کرنا ہے۔"

"امی۔۔۔ میں۔۔۔ مم۔۔۔" میں نے لاکھ ہاتھ پیر مارے، سر بھی پٹخا مگر انہوں نے رضیہ کو میرے سر پہ سوار کرا کے ہی دم لیا۔

"بیٹھو۔" پھاڑ کھانے والے انداز میں میں نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کے لیے کہا جو شاپنگ پہ۔۔۔

UrduPhoto.com

جانے کے لیے یوں تیار ہوئی تھی جیسے کسی فنکشن میں جا رہی ہو۔

"میں گاڑی میں نہیں جاؤں گی۔"

"پھر؟ رکشہ رکواؤں؟"

"نہیں' میں تمہارے ساتھ موٹر سائیکل پہ جاؤں گی۔"

"موٹر بائیک؟ نہیں ڈبل سواری پر پابندی ہے۔ پکڑے جائیں گے۔" میں نے بہانہ بنایا۔

"مجھے الو نہ بناؤ۔ ڈبل سواری پہ پابندی ہوگی۔ مگر لیڈیز پہ نہیں ہے۔"

"بائیک میں پیٹرول نہیں ہے۔"

"پاس ہی تو پیٹرول پمپ ہے۔ تھوڑا سا پیدل چلتے ہیں ڈلوا لیتے ہیں۔"

"دیکھو رضیہ سلطانہ! تمہیں میرے ساتھ جانا ہے تو چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ جاؤ ورنہ۔" میں مڑنے لگا تو وہ فوراً "اندر بیٹھ گئی۔

"لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں' دھمکیوں سے مانتے ہیں۔" بڑبڑاتے ہوئے میں نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

مارکیٹ جانے کے بعد رضیہ سلطانہ نے اپنا آپ دکھانا شروع کر دیا۔ پہلے تو پارکنگ میں اترتے ہی ایک سنگھاڑے بیچنے والے کو روک لیا۔

"انکل سنگھاڑے کا ریٹ کیا ہے؟"

میں نے چونک کے دیکھا۔ ایک تو پہلی بار اسے اتنی تمیز سے کسی سے بات کرتے سنا تھا اور دوسرا یہ کہ جس لڑکے کو وہ انکل کہہ کر ادب سے مخاطب کر رہی تھی وہ بمشکل بائیس تیئس سال کا ہوگا۔ لفظ انکل سن کر اس کے ماتھے پہ سلوٹیں پڑ گئیں۔

"[illegible]"

"[illegible] تمہاری [illegible]"

"کوئی چیز ہے کھانے والی۔ آگے نکلو۔" اس سے پہلے کہ وہ کوئی تماشا [illegible] جانب دھکیلا۔

"ہائے شکر قندی [illegible]

غلطی ہوگئی۔ صد شکر کہ انکل ساٹھ پینسٹھ سال کے قریب تھا۔ دھوتی کے اوپر میلی سی بنیان [illegible] کے ایک جانب دھاگا باندھ کے دھندلی آنکھ پہ [illegible] تھا۔

"بھائی جان! شکر قندی کس طرح دے رہے ہیں؟"

"ابال کے' مسالا ڈال کے' کھٹا نچوڑ کے' کاغذ پہ رکھ کے۔" بابے نے تفصیلاً "سارا عمل دہرا لیا۔

"آئے ہائے' میرا مطلب ہے کس طرح ریٹ کیا ہے؟"

"کتنے کی دے رہے ہو بابا جی؟" بابا جی کے دماغ میں لفظ ریٹ شاید اٹک گیا تھا اس لیے میں نے سلیس زبان میں سمجھایا۔

"جتنے کی لینے والے کی اوقات ہے۔" عجیب بابا اکھڑ بابا ہے۔

"ہائے بھائی جان کتنے روڈ ہیں آپ۔" رضیہ نے لاڈ سے گلہ کیا۔

اور میں منہ کھول کے اسے دیکھنے لگا۔ جیسی اس کی زبان تھی اس لحاظ سے تو اسے "کتنے لعنتی ہو تم" کہنا چاہیے تھا۔ یہ انگلش کا بخار اسے نجانے کیوں چڑھ گیا تھا۔

"اچھا دس روپے کی دے دیں۔ اور ذرا اسپائسی ویتا۔"

"وہ تو نہیں ہے کُڑیے۔ میں صرف شکر قندی بیچتا ہوں۔"

"یہ دہی مانگ رہی ہے' مسالا ذرا زیادہ ڈالنا۔"

"یہ لیں جی۔ یہاں کے دکانداروں سے اسی طرح بات کرنی پڑتی ہے۔" من من کر کے بعد میں چلتے چلتے شکر قندی کھاتے ہوئے اس نے وضاحت کی اور میری حیرانی دور کی۔

"مصیبت۔ ایک تو دو بیاں بس ادھر ہی اچھی ملتی ہیں ورنہ میں تو تھوکوں بھی نہ بابا پہ۔ اپنا چہرہ زندہ باد۔ بندہ چھ سو کی چیز آرام سے ڈیڑھ سو کی کرا لیتا ہے اور انکل شکل بھی نہیں کہتے۔"

"نہیں شاید کچھ خرید رہا تھا۔" میں نے اُکتا کے یاد

"ہائے' مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"پہ کمزوری ہو۔"

"یہ کیا ہوتا ہے؟ کوئی برگر شرگر کھائیں؟"

"کھاؤ۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔" میں نے منہ پھیر لیا۔

"اف۔ میں کیوں اکیلی کھاؤں۔ اکیلی تو نہیں تی۔"

کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ اچانک میری نظر سامنے ایک جیولری کے اسٹال پہ کھڑی خزینہ پہ پڑی۔ اس وقت مجھے اپنے ساتھ رضیہ کا ہونا کہیں زیادہ برا لگا۔ بس نہ چل رہا تھا۔ بھاگ کے اس سے ملنے جاؤں۔ پھر میری نظر عثمان پہ گئی جو ذرا فاصلے پہ بے زار شکل لیے کھڑا تھا۔

"عثمان! وہ میرا دوست ہے تم یہیں رہو۔ میں اس سے مل کے آیا۔"

"میں کوئی نہیں اکیلی۔" وہ کندھے اور سر زور زور سے انکار میں ہلانے لگی اور میرے پیچھے پیچھے ہی چلی آئی۔

"ارے یار تم کہاں؟" میں نے عثمان کے شانے پہ دھپ لگا کے اسے اپنی جانب متوجہ کیا اور پھر خزینہ کو دیکھ کر چونکنے کی زبردست اداکاری کی۔

"اوہ۔ تم خزینہ صاحبہ کے ساتھ آئے تھے۔"

"جی نہیں۔ میں ان کے ساتھ آئی ہوں۔" اس نے مسکرا کے تصحیح کی۔

"اور تم؟" وہ سوالیہ انداز میں میرے پیچھے کھڑی رضیہ کو دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"میں۔" میں رضیہ کا تعارف کرانے کے لیے مناسب الفاظ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ خود پھٹ پڑی۔

"میں رضیہ ہوں جی۔ رضیہ ملک مگر یہ مجھے پیار سے رضیہ سلطانہ کہتے ہیں۔"

کاش میں اسی وقت اسے بتا سکتا کہ میں رضیہ سلطانہ اسے پیار سے کہتا ہوں یا...

"میں ان کی کزن بھی ہوں' دوست بھی ہوں۔ اور بھی بہت کچھ ہوں۔" اپنے مزاج کے چھچھورے پن کا مظاہرہ وہ خوب لہرا لہرا کے کر رہی تھی۔

"بہت کچھ؟ مثلاً؟" یہ وضاحت خزینہ نے طلب کی اور میں نے خود کو اس وقت کے لیے کوسا' جب میں اس بلا کے ساتھ ہونے کے باوجود ان دونوں کے پاس چلا آیا تھا۔

"مثلاً" منگیتر۔" آخر اس نے شوشہ چھوڑ ہی دیا۔

عثمان کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"بہت سویٹ ہیں آپ کی فیانسی۔" خزینہ مسکرا کے مجھ سے مخاطب ہوئی۔ میں جواباً مسکرا بھی نہ سکا۔

"ان سے کیا کہہ رہی ہیں۔ انہیں میٹھا منع ہے۔" اس نے خاصی بلند سرگوشی کی' اور میں نے اسے یہاں سے لے جانا ہی بہتر جانا۔

☼ ☼ ☼

"کیا بتاؤں امی! اتنا شرمندہ کیا اس نے۔" میں امی سے شکایت کر رہا تھا کہ وہ چلی آئی۔

"ہائے کیا بتاؤں' کتنی شرم آئی مجھے۔"

"پہلے تم دونوں طے کر لو کہ شرمندہ کون ہوا تھا اور شرم کسے زیادہ آئی تھی۔" امی نے کہا۔

"ان کا وہ دوست نہیں ہے عثمان' جس کے گھر بھاگ بھاگ کے جاتے ہیں' وہ بازار میں اپنی سہیلی کے ساتھ پھر رہا تھا۔"

"سہیلی؟"

"ہاں تائی جی' وہی گرل فرینڈ۔"

"بکواس... وہ اس کی کزن تھی۔ امی یہ خزینہ کی بات کر رہی ہے۔"

"تو کیا کزن گرل فرینڈ نہیں ہو سکتی؟ پھر وہ اس کے ساتھ بازار کیا کرنے آیا تھا۔" وہ جرح کرنے لگی۔

"میں بھی تو تمہارے ساتھ بازار گیا تھا۔"

"جس طرح آپ بوتھا بنا کے پھر رہے تھے' وہ نہیں

پھر رہا تھا اس کی تو باچھیں چری ہوئی تھیں۔

"میری بھی یہ حالت ہو سکتی تھی اگر خزینہ اس کی بجائے میرے ساتھ ہوتی اور یوں تھا اس کا میرے سے بھی برا بن سکتا تھا اگر تم اس کے ساتھ ہوتیں۔" امی سامنے تھیں اس لیے یہ بات میں نے دل ہی دل میں کی۔

"ہے نا کی بی" دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کے مسکرا رہے تھے شوخے کہیں کے۔"

"اچھا؟ اس دن تو کہہ رہا تھا بس ہی بجھ لیں آنٹی۔" امی نے تعجب کا اظہار کیا۔

"تو آپ کو سمجھنے کو کہہ رہا تھا' خود تو نہیں سمجھتا۔ آپ کے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ اتنی ڈھیر شاپنگ کرائی اسے باپ کی حق حلال کی کمائی ساری کی ساری اس لڑکی پہ لٹا دی۔"

"تمہیں الہام ہوا تھا کہ وہ ساری شاپنگ اسے عثمان نے کرائی تھی۔" "میں زچ ہوا تھا اس کی لغو باتوں سے۔"

"تو اور کس نے کرائی تھی۔ اس کی شکل تھی وہ مرچی خرچنے والی؟ ساری میرے جیسی نہیں ہوتیں تمہاری بی بی! میں نے تو شکر قندی بھی اپنے دس روپے خرچ کر کے کھائی تھی۔"

"تم بچی کو کچھ کھلا پلا کے بھی نہیں لائے؟"

"تو۔۔۔ ان کے تو ہوش اڑ گئے تھے اپنے دوست اور اس کی سیلی دیکھ کے۔ بھاگے چلے گئے' حالانکہ دونوں کی شکل سے صاف لگ رہا تھا کہ انہیں ہمارا بیچ میں آنا پسند نہیں آیا۔ ہاں بھی عیش ہو رہے تھے' سیر سپاٹے ہو رہے تھے۔"

"ہوں۔۔۔" امی نے کچھ سوچا پھر مجھے مخاطب کیا۔

"کل شام ذرا مجھے [illegible] لے جانا۔"

"وہ کس لیے؟" میں حیران ہوا۔ "ذرا ان کی والدہ سے ملاقات کرنا تھی۔"

"وہ اب بالکل ٹھیک ہیں۔" "میں نے [illegible] مجھے کسی خطرے کا احساس ہو رہا تھا۔

"تو کیا صرف بیمار ہوں تب ہی ان سے ملنے کی اجازت ہوتی ہے۔ عام دنوں میں پردہ کرتی ہیں؟ مجھے ملنا ہے کل ہر حال میں لے کر چلو۔"

☼ ☼ ☼

"وہ کچھ نظر نہیں آ رہی۔۔۔ خزینہ۔" امی نے وہاں جاتے ہی ادھر ادھر نظریں دوڑا کے کہا۔ میرا دل اچھل کے حلق میں آ گیا۔ مجھے پکا لگ رہا تھا کہ وہ خدائی فوجدار بن کے عثمان اور خزینہ کے مارکیٹ میں شاپنگ کرنے کا قصہ بیان کرنے [illegible] ہوں گی اور ہو سکتا ہے آنٹی کو کچھ باتوں عثمان کو نکیل ڈال کر قابو میں رکھنے اور خزینہ سے بچانے کا مشورہ بھی دے ڈالیں کیونکہ رضیہ نے اپنی فضول گوئی کی وجہ سے کچھ ایسی ہی صورت حال کا نقشہ کھینچا تھا۔

"وہ تو واپس ہاسٹل چلی گئی۔ بڑا سکھ تھا ان چار پانچ دنوں میں اس کی وجہ سے بہت خدمت کی اس نے۔"

"ہاں' اچھی خدمت گزار' سعادت مند بچی ہے۔" امی کی زبانی تعریف سن کے میں بے ہوش ہوتے ہوتے بچا۔

"شکل و صورت کی بھی پیاری ہے اور سگھڑ بھی لگتی ہے۔ ایسی لڑکیوں کے لیے تو رشتے ٹاپ برستے ہیں۔ اس کی بھی کہیں منگنی وغیرہ ہو چکی ہوگی؟"

"نہیں ابھی تک تو نہیں۔"

"تو پھر دیر کس بات کی ہے۔" امی کھل سی اٹھیں۔

"اسے پہلی نظر میں دیکھ کے ہی مجھے یہ خیال آیا تھا کہ ایسی بہو نصیب والوں کو ملتی ہے اور کتنا خوش نصیب ہوگا وہ گھر جہاں وہ دلہن بن کے جائے گی۔"

میری وہ حالت تھی کہ نہ زندوں میں تھا' نہ مردوں میں۔ دم سادھے امی کے اگلے جملوں کا انتظار کر رہا تھا۔

"تو خوش نصیب آپ بھی تو ہو سکتی ہیں۔" [illegible] کاش یہ فقرہ آنٹی نے ادا کیے ہوتے اور امی سوچ میں پڑ جاتیں۔ پھر جھٹک کے کہتیں۔ "میرے خیال میں مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ آپ کے منہ

[illegible] خزینہ [illegible] نے پیش کیا تھا [illegible] آنٹی نے کی تھی [illegible] بہت ضبط کر کے میں [illegible] عثمان اور خزینہ کی شادی کی [illegible] مطمئن' بڑی شاد [illegible] مسکراہٹ تھی جیسے جو [illegible] وہ کر کے رہیں۔ سارے [illegible] اپنی ناراضی کا اظہار کرنا [illegible] بھی انجان بنی رہیں۔

☼ ☼ ☼

"امی نے یہ کام کب سے شروع کیا ہے؟" اگلے دن عثمان کے ہاتھ چڑھ گیا۔

"کیا پھونک گئے ہو تم میری امی کے کانوں میں؟" "میں نے نہیں' میری امی نے کیا ہے؟" میں روہانسا ہو گیا میں تو اس کے شانے پہ سر رکھ کے رونے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے آیا تھا۔ وہ الٹا مجھے کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔

"مگر یہ خیال ان کے دل میں آیا کیسے؟ یقیناً تمہاری وجہ سے ہی؟" میں نظریں چرا گیا۔ کسی حد تک یہ بات درست تھی۔ امی کی بلا سے چاہے عثمان اور خزینہ ساری عمر کنوارے رہتے' لیکن وہ میری جانب سے کھٹک گئی تھیں اور اپنی دانست میں انہوں نے اس سارے قصے کو بڑی ذہانت اور خوش اسلوبی سے نمٹایا تھا۔

"میرا بس چلتا تو میں امی کو کبھی یہ نہ کرنے دیتا۔ میرا یقین کرو۔ اس تخریبی کارروائی میں میرا قطعی کوئی ہاتھ نہیں ہے۔"

"اوہو' تم تو رونے بیٹھ گئے ہو۔" میرے رندھے گلے کے ساتھ کیے جذباتی مکالموں کا اس پہ خاطر خواہ اثر ہوا۔

"ایسا کوئی قہر بھی نہیں ٹوٹ پڑا۔ ہاں بس کچھ اچانک اور غیر متوقع سی بات لگی تھی امی کی۔ تم کیوں پریشان اور پشیمان ہوتے ہو۔"

"کیا مطلب؟ تم سیریس ہو گئے؟"

"پتہ نہیں' اگر امی ہو گئیں تو ہو جاؤں گا۔" اس نے شانے اچکائے۔

"کیسے ہو جاؤ گے؟ تمہاری اپنی بھی کوئی پسند ہے' اپنی بھی کوئی مرضی ہے۔"

"یہی تو مصیبت ہے' نہ میری اپنی کوئی پسند ہے نہ مرضی۔"

"تو کرو پسند' یونیورسٹی بھری پڑی ہے حسین چہروں سے۔" میں نے زور لگانا چاہا۔

"میں تمہیں ایسا نظر باز لگتا ہوں۔ ویسے یار! یہ مائیں کس لیے ہوتی ہیں۔ اگر وہی ہمارے لیے ٹھیک ٹھاک قسم کی لڑکی چن لیں تو ہمیں کیا ضرورت ہے ادھر ادھر منہ ماری کر کے جوتے کھانے کا رسک اٹھانے کی۔"

"ہاں مگر ٹھیک ٹھاک قسم کی۔ میرا خیال ہے خزینہ۔" "میں اسے' نا ٹھیک' کہتے کہتے رک گیا۔ وہ خوبصورت ساحر آنکھیں بڑے شکوہ کناں انداز میں اٹھی تھیں۔

"خزینہ کیا؟"

"وہ تمہارے ساتھ میچ نہیں کرتی۔" میں نے فوراً" بات بنائی۔

اور دل ہی دل میں پھر اس نکلی۔ (ابے الو' کہاں تو کہاں وہ۔ کہاں تیری ڈھیلی ڈھالی لگی شخصیت کہاں اس کی سحر انگیز جادو اثر شخصیت۔)

"نہیں یار' میں چھ فٹ کا' وہ پانچ فٹ سات انچ کی۔ میچ کیسے نہیں کرتی؟"

"عادتیں' میری جان عادتیں' عادتیں ملتی جلتی نہ ہوں تو ذہنی ہم آہنگی نہیں ہو پاتی۔ ذہنی ہم آہنگی نہ ہو تو محبت قائم نہیں ہوتی اور محبت نہ ہو تو شادی کامیاب نہیں ہوتی۔ شادی کامیاب نہ ہو تو۔۔۔"

"چپ کرو۔ خدا کا واسطہ ہے چپ کرو۔" اس نے ہاتھ جوڑے۔

UrduPhoto.com

"میں تمہاری آنکھیں کھولنے کی کوشش کررہا ہوں۔"

"نہیں تم میرے کان بند کررہے ہو۔" وہ کان میں انگلی ڈال کر ہلانے لگا۔

"خزینہ اچھی لڑکی ہے۔ میں مانتا ہوں مگر، مگر تمہارے لیے صرف اچھی نہیں۔ بہت اچھی بلکہ سب سے اچھی لڑکی ہونی چاہیے۔"

"مجھے نہیں پتا تھا تمہارے دل میں میرے لیے اتنی ممتا ہے۔"

"ممتا وممتا۔ خاک نہیں ہے۔ ترس آرہا ہے۔ یہ سوچ کر کہ اگر تمہارا نصیب خزینہ سے پھوٹ گیا تو تمہارا بنے گا کیا۔"

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ مجھ میں خامیاں کیا کیا ہیں؟"

ایک آواز آئی اور میں بغیر مڑ کے دیکھے کسی ریکارڈ کی طرح بجنا شروع ہوگیا۔

"بے حد تسلط پسند، خود پسند، مغرور، سُست، مزاج فضول خرچ اور آدم بیزار۔"

"بہت کم وقت میں آپ میرے متعلق بہت کچھ جان گئے۔" اس بار اس آواز میں طنز کے ساتھ ساتھ دکھ کی ہلکی سی لرزش بھی تھی۔ عثمان کے چہرے کے تاثرات نے میرے جوش بیان کو ذرا کم کیا۔ میں نے رک کے ذرا غور کیا۔ وہ تو لب میچے گم صم کیفیت میں سامنے کھڑا تھا۔ پھر یہ آواز ۔۔۔ اور ہاں یہ آواز اتنی سریلی اتنی پیاری، میں نے مڑ کے دیکھا۔ خزینہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ کھڑی تھی۔

"عثمان! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کہ کوئی شخص تمہارے سامنے میرے بارے میں اس قسم کی باتیں کرے گا اور تم چپ چاپ سن لوگے۔ آخر میں تمہاری پھوپھی زاد ہوں۔"

"خزینہ، سنیں ۔۔۔" عثمان نے کچھ کہنا چاہا۔

"تم سے شادی تو میں ویسے بھی نہ کرتی اور یوں اپنے بارے میں وضاحت پیش کرنے کا مطلب بھی یہ نہیں کہ میں خود کو تمہارے قابل ثابت کرسکوں مگر مجھے یہ حق ہے کہ میں اپنے اوپر لگے ایسے الزامات صاف کرسکوں، مسٹر، میں نہ خود پسند ہوں، نہ تسلط پسند، نہ مغرور ہوں نہ سُست۔ اگر ہوتی بھی تو میرا ذاتی معاملہ ہے اس سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ آپ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میں تو مذاق۔۔۔"

"ہمارے مابین مذاق کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ سختی سے کہہ کر واپس مڑ گئی۔

"یار! تم سچ کہہ رہے تھے۔ یہ تو واقعی ادھار نہیں رکھتی۔" عثمان نے ایک گہری سانس چھوڑی اس کے جانے کے بعد۔

"ہیں۔۔۔ وہ واقعی اچھی لڑکی ہے۔" میں اب دل سے شرمندہ تھا اپنے کہے الفاظ پہ۔ "ہاں بس، تمہارے ساتھ اچھی نہیں لگے گی۔"

"اور تمہارے ساتھ؟"

عثمان کے سنجیدگی سے پوچھے سوال پہ میں چونک اٹھا۔ وہ گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے پوچھا۔ تمہارے ساتھ کیسی رہے گی؟"

"میرے ساتھ؟ یہ کیا سوال ہوا؟"

"وہی جس کا جواب تمہارے چہرے پہ لکھا ہے۔ اتنا بڑا بڑا۔"

✡ ✡ ✡

پتہ نہیں کیسے میں عثمان پہ کھل گیا۔ اب کھل ہی گیا تھا تو وہ اندر تک اترے بنا رہ سکتا تھا بھلا۔

"اور وہ رضیہ سلطانہ، اس کا کیا ہوگا؟" عثمان نے میرے دل کے ہر راز سے واقف ہونے کے بعد پوچھا۔

"تم کس لیے ہو؟ دوست ہی دوست کے کام آتا ہے۔ ہر فلم میں ایسے موقعوں پہ دوست ہی قربانی دیا کرتے ہیں۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں ایسے دوستوں اور ان کے جذبوں پہ، ویسے بھی اطلاعاً عرض ہے کہ قربانی صرف جانوروں کی جائز ہے۔ دوستوں کی نہیں۔ تم اپنی منگیتر اپنے پاس رکھو۔"

"اپنے پاس رکھوں گا تو خزینہ میرے پاس کیسے آئے گی؟"

"تمہارا ذاتی مسئلہ ہے۔" اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"اچھا رکھ لیں۔"

"اچھی بات ہے تو پہلے ہمدردی کیوں دکھا رہے تھے؟"

"اصل بات جاننے کے لیے کیونکہ جب تک کسی راز کی تہہ میں اتر نہ جاؤں۔ چین نہیں آتا۔"

"تم میری کوئی مدد نہیں کرسکتے؟" بے حد مایوسی اور دل گرفتگی کے عالم میں میں نے پوچھا۔

"تمہارا بی پی لو ہو رہا ہے۔ میں تمہیں لیموں پانی پلا سکتا ہوں۔ اگر بے ہوش ہوگئے تو تمہارے منہ پہ پانی کے چھینٹے بھی مار سکتا ہوں۔"

"پانی کے چھینٹے اب تم میری قبر پہ مارنا۔" دیوداس کے انداز میں یہ دل جلا فقرہ ادا کرنے کے بعد میں ڈگمگاتے قدموں کے ساتھ اٹھا۔

"یار! تم اپنی امی سے بات کیوں نہیں کرتے۔ میں بھلا کیا کرسکتا ہوں اس معاملے میں۔" سنجیدہ ہوا۔

"تمہارا خیال ہے میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھا ہوں۔" میں پھر سے بیٹھ گیا۔

"نہیں۔" وہ کراہا۔ "تم میرے ہاتھ پہ بیٹھ گئے ہو۔" پھر اس نے اپنا ہاتھ کھینچ کے نکالا۔

"میں نے امی سے بات کی تھی۔ ابو جی سے بھی کی تھی۔"

"میں نہیں مانتا۔ دکھانا ذرا۔" وہ میرا سر ٹٹول کے دیکھنے لگا۔

"سر تو سلامت نظر آرہا ہے۔"

"تم اپنی بکواس بند کرو گے یا نہیں، میری جان پہ بنی ہے تمہیں بھانڈوں والی جگتیں سوجھ رہی ہیں۔ فضلو میراثی کہیں کا۔"

اس طعنے نے ذرا دیر کو اس کی بولتی بند کی۔

"تم اگر واقعی میرے دوست ہو تو اس کے پاس جاؤ اور اس کی غلط فہمی دور کرو۔ اسے بتاؤ کہ میں جو کچھ کہہ

سوہنی ہیئر...
★ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
★ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے
12 جڑی بوٹیوں
بیوٹی بکس 53

رہا تھا۔ دراصل اس کے پیچھے میری نیت کیا تھی اور یہ کہ میں اس سے کتنی محبت کرتا ہوں۔"

"ہاں' یہ کام میں کر سکتا ہوں۔ نسبتاً" آسان ہے۔"

وہ مان گیا۔ میں اگلے مراحل سر کرنے کے بارے میں سوچنے لگا۔

☆ ☆ ☆

ایک بار پھر امید کی ایک کرن نظر آئی جب عثمان نے مجھے بتایا۔

"میں نے خزینہ کے سامنے ساری بات واضح کر دی ہے۔ اس کی غلط فہمی دور ہو گئی ہے اور اب وہ تم سے ملنے کے لیے بھی راضی ہے۔ آگے تمہاری قسمت۔ تم اسے کنوینس کر سکتے ہو یا نہیں۔"

"میری قسمت پہ مت چھوڑو' اس معاملے کو۔ وہ کہاں اتنی اچھی ہے۔ بہرحال اللہ کا نام لے کر جاتا ہوں۔"

میں نے ایک بار پھر امید کا دامن تھام لیا۔

☆ ☆ ☆

"میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں لیکن۔۔۔" میری حکایت دل سننے کے بعد اس نے اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے اور میٹھے لہجے میں کہا۔

"بات صرف ایک انسان کے جذبات پہ ہی تو منحصر نہیں ہوتی۔"

"یعنی آپ اپنے دل میں میرے لیے کوئی جذبات نہیں رکھتیں۔"

"اس کی کوئی اہمیت نہیں۔" اس نے نہ انکار کیا نہ اقرار۔

"[illegible] ہے وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔"

"[illegible]"

[illegible]

ہوں۔ ابھی تو میرے لیے ہی آپ اسے مسترد کر رہی ہیں۔ نہیں میں اپنی وجہ سے کسی کو محرومی کا شکار نہیں بننے دینا چاہتی۔"

"یقین کیجیے' میں اس سے شادی کبھی بھی نہیں کروں گا۔ چاہے وجہ آپ بنیں یا نہیں۔ آپ صرف یہ بتائیں کہ آپ کو مجھ سے شادی کرنے پہ کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟ کیا میں آپ کی پسندیدگی کے معیار پہ پورا اترتا ہوں؟"

"اگر آپ میرے والدین کے معیار پہ پورا اترے تو یقیناً" مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ ان کی پسند میری پسند ہو گی۔ لیکن' لیکن اگر رضیہ اپنی خوشی اور مرضی سے آپ سے رشتہ توڑتی ہے تو پھر میری جانب قدم بڑھائیے گا ورنہ نہیں۔"

یہ ایک کڑی شرط تھی مگر میں نے بھی اس کسوٹی پہ پورا اترنے کی ٹھان لی۔

☆ ☆ ☆

"کیا؟" اس نے پورا منہ کھول لیا۔

"میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔"

میں نے اپنی بات دہرائی۔

"کیوں؟ کیا تکلیف ہے؟"

"دل کی۔"

"ہائے ہائے اتنی سی عمر میں بائی پاس ہو گا؟ کھاتے بھی تو اتنا ہو' وہ موا کولیسٹرول ہائی ہو گیا ہو گا۔ خیر کوئی بات نہیں' میں پرہیز کرا کرا کے ٹھیک کر دوں گی۔ دیکھو نا۔۔۔ دل کے مریضوں کی کیا شادی نہیں ہوتی اور پھر فرض کرو' تم مجھ سے شادی نہیں بھی کرتے' کسی اور سے ہو جاتی ہے تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ دو تین سال بعد وہ بھی کھا کھا کے چربی نہیں چڑھالے گا اور دل کا مریض نہیں بنے گا۔"

"مجھے کوئی ہارٹ اٹیک نہیں ہوا' مجھے کسی اور سے محبت ہو گئی ہے۔"

"کون ہے وہ بدذات فلانی' ڈھمکانی۔"

فلانی' ڈھمکانی کی جگہ اس نے ایسے ایسے الفاظ استعمال کیے تھے کہ میرا خون کھول کے رہ گیا تھا۔

"بکواس بند کرو۔" پھر ساتھ ہی میں ذرا نرم پڑا۔ آخر اس سے کام بھی تو نکلوانا تھا۔

"کسی اور سے محبت کرتے ہوئے میں تمہارے ساتھ شادی کیسے کر سکتا ہوں۔"

"سبھی سارے کرتے ہیں۔ تم شادی تو کرو' میں خود تمہیں ٹھیک کر لوں گی۔" اس کے عزائم جارحانہ تھے۔

"دیکھو رضیہ! ایسے نہ تم خوش رہو گی نہ میں۔ تم اس شادی سے انکار کر دو۔"

"واہ انکار کر دوں' تم کون سی فلم دیکھ کے آ رہے ہو؟ یا زیب النسا خور میں سے کوئی ناول پڑھ کے آ رہے ہو۔ اپنی امی کے رکھے پرانے رسالوں میں سے میں نے بھی وہ ناول اور افسانے پڑھے ہیں اور شبنم اور زیبا کی وہ فلمیں بھی دیکھی ہیں جن میں ایسے سین ہوتے ہیں مگر اس خیال میں نہ رہنا کہ میں یہ سب کروں گی۔"

"تمہیں یہ قربانی دینا ہو گی۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔"

"تمہاری بھلائی ہو گی یا تمہاری اس ہوتی سوتی کی۔ میری کون سی بھلائی ہے شادی سے انکار کرنے میں۔ میں نہ تو ناول والی پاگل دی پتر ہوں نہ فلم کی ہیروئن جیسی اور کبھی جو سائیڈ پہ ہو کے ہیروئن سے سائیڈ ہیروئن بن جاتی ہے۔ میں نے رسالے اتنے نہیں پڑھے جتنے ٹی وی کے ڈرامے دیکھے ہیں اور بہت کچھ سیکھا ہے ان سے' اب میں وہ کروں گی کہ چھ مہینے بعد ہونے والی ہماری شادی اسی مہینے ہو جائے گی۔"

"کیا' کیا کرو گی تم؟" میں خوفزدہ ہو گیا۔

"وہی جو اس موقع پہ سب سے کارگر ہوتا ہے۔" وہ پراسرار طریقے سے مسکرائی۔

"میں ایسے ایسے الزام لگاؤں گی تم پر کہ تمہارے ماں باپ تمہاری چھترول کرتے ہوئے تمہیں کان سے پکڑ کے منڈپ پہ۔۔۔ میرا مطلب ہے نکاح پہ لے آئیں گے چاہے اس کے لیے مجھے اپنی عزت ہی داؤ پہ کیوں نہ لگانی پڑے۔"

"رضیہ۔" میں ششدر رہ گیا۔ اس کی زبان کمینی اور غلیظ تھی یہ میں جانتا تھا۔ مگر خیالات اس قدر گھناؤنے ہوں گے اس کا اندازہ نہ تھا۔ وہ واقعی کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔ میں نے یہ اندازہ لگایا اور چپ چاپ سر جھکا کے لوٹ گیا۔

☆ ☆ ☆

رضیہ میرا آخری سہارا تھی۔ آخری امید جو اس بری طرح ٹوٹی کہ میں خود بھی ٹوٹ گیا۔

اور پھر میری شادی ہو گئی۔

آپ یقیناً" سوچ رہے ہوں گے کہ اس نامکمل داستان کو سنانے کا میرا مقصد کیا تھا؟

صرف یہ بتانا کہ ضروری نہیں جو آپ چاہیں' وہی آپ کو مل جائے۔ لازم نہیں کہ جس چیز سے آپ فرار حاصل کرنا چاہیں اس سے چھٹکارا بھی ملے۔ ایک چیز ہوتی ہے نصیب۔ آپ اس سے لڑ نہیں سکتے۔ اگر میرے نصیب میں یہ لکھا تھا کہ میں ایک بد زبان' غصیلی اور بدنیت عورت کے ساتھ اس کی کڑوی کسیلی سنتے ہوئے عمر گزار دوں تو مجھے یہی کرنا تھا۔

☆ ☆ ☆

میں نے چائے کا کپ واپس ٹیبل پہ رکھا۔

عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ
ایئر ہوسٹس
اب دو حصوں میں شائع ہو گئی ہے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ ۳۲ اردو بازار کراچی

UrduPhoto.com
Urdu2Photo.com

یادوں کے سفر میں میں اتنی دور، اتنا آگے نکل گیا کہ اپنی زبردست سی الائچی مار کہ دودھ پتی کا حق بھی ادا نہ کر سکا۔ بے چاری اپنی ناقدری کا افسوس کرتے کرتے ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

"ستیاناس..... غرق ہو جاؤ سب کے سب لعنتی اولاد، سارے گھر کا بیڑہ غرق کر دیا۔"

لو آ گئی وہ..... جس کے ذرا دیر گھر پہ نہ ہونے سے نہ صرف میں نے اور بچوں نے بلکہ گھر نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔

"یہ کچن میں کس نے قیامت ڈالی ہے۔ وہ باپ گھسا ہو گا تمہارا اسے ہو کا اٹھتا ہے ہانڈی چولہا کرنے کا۔ اچھی بھلی چائے دم لگا کے گئی تھی میں مگر نہیں زبان کا چسکا، بنائی ہو گی دودھ پتی، آدھا کلو دودھ کاڑھ کاڑھ کے ایک مگ بنایا ہو گا اپنے پیٹ کے تندور میں ڈالنے کے لیے۔ رزق کا دشمن اور لعنتی، تجھے کتنی بار کہا ہے دانت اندر رکھا کر..... نی صبا..... نی مرن جو گیے، جوئیں مارے مرجا اللہ کرکے۔"

اس کی نان اسٹاپ گالیاں، کوسنے اور بددعائیں شروع ہو گئیں۔ پھر وہ کسی ناگہانی بلا کی طرح اندر نازل ہوئی۔

"تم اب تک بستر پہ اینڈ رہے ہو مگرمچھ کی طرح۔ اتنا نہیں ہوا کہ بچوں کو ہی دیکھ لیتے۔ سارے گھر میں آندھی لا کے رکھ دی ہے تمہاری بدبخت ذلیل اولادوں نے۔"

وہ کمر پہ ہاتھ رکھے اپنے خونخوار لالوں لال ڈیلے نکال کر مجھے گھور رہی تھی۔ مجھے زور زور کی جھرجھری آئی اور ذہن کے پردے پہ دودھ بولیاں بولنے والے نہنال لہرائے۔ ایک سرد آہ میرے لبوں سے آزاد ہوئی۔

تو بہ ڈرا رہے تھے وقت مرگ پہ افسوس کرنے والوں جیسی شکل بنائی ہوتی ہے اس بندے نے۔ قسمت پھوٹ ہی گئی تھی میری جو۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی دوبارہ کمرے سے نکل گئی۔

"آہ..... خزینہ!"

میرے دل سے فریاد نکلی۔

"کیا ہے؟" جاتے جاتے وہ پلٹی اور پھنکاری۔

"کک..... کچھ نہیں کچھ بھی نہیں۔"

"تو میرا نام لے لے کے کیا منتر پڑھ رہے تھے؟"

"وہ میں کہہ رہا تھا خزینہ! کہ آج موسم بہت اچھا ہے۔"

"یہ اچھا موسم ہے، دماغ کا علاج کراؤ۔" وہ چلی گئی۔

ارے آپ لوگ حیران کیوں ہو رہے ہیں؟ نہیں نہیں اپنا دل خوش کرنے کے لیے میں نے رضیہ کا نام خزینہ نہیں رکھ دیا تھا۔ بلکہ میری شادی خزینہ سے ہی ہوئی تھی۔ رضیہ سے مایوس ہونے کے بعد جب میں پلٹا تھا تو اپنی پشت پہ امی کو دم بخود کھڑے پایا۔ انہوں نے اپنی ہونے والی من پسند بہو کے ناپاک عزائم اس کی ناپاک زبان سے خود سنے تھے۔ رضیہ کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے مگر ساتھ ہی ساتھ امی کا اسے بہو بنانے کا ارمان بھی بھاپ بن کے اڑ گیا۔ انہوں نے اسی دن وہ منگنی توڑ ڈالی اور اگلے دن عثمان کی امی کو لے کر خزینہ کے گھر رشتہ مانگنے پنڈی چلی گئیں۔

جھٹ منگنی پٹ بیاہ اور، اور وہی برے نصیب میرے کہ ایک بدمزاج، بدزبان عورت ہی لکھی تھی چاہے وہ رضیہ جیسی کھلم کھلا گند اگلنے والی ہو یا خزینہ جیسی بظاہر نفیس اور سلجھی ہوئی لڑکی جو دنیا کے سامنے خود پہ شائستگی کے پردے ڈالے رکھتی ہے مگر تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود جو اندر سے رضیہ سے بھی گئی گزری ہے۔

ہائے ہم تو بے خبری میں لٹ گئے، ٹھگے گئے.....

"اب اندر لیٹے لیٹے پچھلوں کو روتے رہو گے یا گوشت بھی لاؤ گے۔ سبزی تو ہضم نہیں ہوتی لاٹ صاحب کی اولادوں کو۔"

"آیا جی۔"

میں چپل پہن کے باہر بھاگا۔

UrduPhoto.com

بیٹھتا جا رہا تھا۔ کمزوری اور نقاہت کے باعث نہیں کیونکہ امی سحری میں مجھے دیسی گھی کے پراٹھے اور دیسی انڈے حلق تک ٹھنسا دینے کے بعد افطاری میں بھی دس چیزیں کھلا دیتی تھیں۔

پہلے بھی میں خوشی خوشی وہاں نہیں جاتا تھا۔ اب رضیہ کی وجہ سے بالکل بھی نہیں جانا چاہتا تھا۔

"مجھے یہ منحوس خبر اب ملی ہے مگر وہ ضرور پہلے سے جانتی ہو گی چالاکو میسنی خاندان کی ساری لڑکیاں ہی ایک نمبر کی گھنی ہیں اور وہ تو سب کی سردار ہے۔ اب سمجھ میں آیا مجھے دیکھتے ہی وہ سب رضیہ کو دبوچ دبوچ کے ہنسا کیوں کرتی تھیں اور وہ جو واہیات طریقے سے آنکھیں مٹکایا کرتی تھی دراصل شرمانے کی کوشش کر رہی تھی۔

مجھے آہستہ آہستہ پچھلے کچھ سالوں میں اس سے ہوئے سارے اتفاقیہ ٹاکرے یاد آ رہے تھے مگر باوجود کوشش کے اس کا مکمل سراپا اور نین نقشہ یاد نہیں آ رہا تھا اور امی کی کی گئیں تعریفیں بھی شک میں مبتلا کر رہی تھیں۔

"اتنی حسین ہوتی، جتنا امی بتا رہی ہیں تو یاد نہ رہ جاتی مجھے۔" میں نے بھٹکتے دل کو کان سے کھینچ کر اس کی اصل جگہ بٹھایا۔

"میں یہ عید گھر پہ کروں گا۔"

میں نے بائیسویں روزے کو اعلان نشر کر دیا جب نارووال جانے کی تیاریاں عروج پہ تھیں۔

"ہم بھی گھر پہ ہی کرنے والے ہیں۔"

ابو کی بات پہ میں کھل اٹھا۔

"واقعی ابو جان۔"

"ہاں تو اور کیا سڑک پہ کریں گے۔"

"میرا مطلب ہے میں اپنے گھر پہ رہوں گا..... لاہور میں۔"

"کیوں؟ وہ گھر بھی ہمارا ہے سب کے ساتھ مل جل کے عید کرتے تمہیں کیا تکلیف ہے برخوردار۔"

"میرے امتحان ہونے والے ہیں نا۔" میں نے عذر پیش کیا، جسے یکسر رد کر دیا گیا۔

"ہو تو نہیں رہے اور عید والے دن تو کبھی بھی پرچہ ہو ہی نہیں سکتا۔"

"مگر اتنے دن ٹیوشن سے چھٹی میری پڑھائی کا حرج ہو گا۔ عید کے چوتھے دن پہلا پیپر ہے اور آپ لوگوں کی واپسی بھی 'تقریباً' اسی دن ہوتی ہے۔ میری ذات پہ بڑا احسان کرتے ہوئے آپ ایک دن پہلے بھی واپس آ گئے تو میں کیا تیاری کر لوں گا چند گھنٹوں میں۔"

"سارا سال تم نے کیا تیاری کی ہے؟"

"آپ نہیں سمجھتے ابو جان۔" میں زچ ہوا۔

"ہاں..... میں تو جماعتیں پاس جو ہوا۔" انہوں نے مسکین سی شکل بنا کے مجھے شرمندہ کرنا چاہا۔

"اچھا یہ بحث چھوڑو، ہم عید سے ایک دن پہلے جائیں گے۔ انتیسویں روزے پہ..... یہ ٹھیک ہے نا؟" امی نے حل نکالا۔

"اس بار تیس روزے ہوں گے۔" میں نے پیشن گوئی کی۔

"تمہیں الہام ہوا ہے؟" ابو بھڑک اٹھے۔

"بس کہہ دیا نا..... انتیسویں روزے کو روانگی ہے اور عید کے دو دن وہاں گزار کے اگلے دن سویرے سویرے واپسی تاکہ بچے کی پڑھائی پہ اثر نہ ہو۔"

"سارے باتیں کریں گے۔" ابو نے ڈرانا چاہا۔

"تو آپ بھی کر لینا۔" امی نے مشورہ دیا۔ "آپ کو کیا کم باتیں آتی ہیں۔ جب آپ باتیں کرنے شروع ہوں گے تو سارے خاندان کی بولتی اپنے آپ بند ہو جائے گی۔"

"امی! کیا ایسا نہیں ہو سکتا یہ عید ہم اپنے گھر....."

"نہیں۔" انہوں نے دوٹوک جواب دیا۔

"روایت تو نہیں ٹوٹ سکتی بیٹا! ویسے بھی عید اپنوں سے دور اچھی نہیں لگتی۔ عید نام ہی مل بیٹھنے کا ہے۔ میں جتنا کر سکتی تھی کر دیا۔ وہ بھی تمہاری پڑھائی کی وجہ سے۔ اب چاہے تم لاہور میں رہو، چاہے نارووال میں عید کے دو دن تو تم سے پڑھائی ہونے سے رہی۔"

میں نے اس کو بھی غنیمت جانا۔

UrduPhoto.com

عید کا دن ہے گلے ہم کو لگا کر ملیے۔۔۔

ابھی میں ابو، چچاؤں، پھوپھاؤں اور تمام تر کزنز کے ساتھ عید کی نماز پڑھ کے گھر میں داخل ہی ہوا تھا کہ سیڑھیوں کے نزدیک مجھے یہ آواز سنائی دی۔ میں نے گردن گھما کے مطالبہ کرنے والی کا دیدار کرنا چاہا۔۔۔۔ چوڑیوں کی کھنک سنائی دی۔۔۔۔ ہیل کی ٹک ٹک اور میرے چند قدم آگے بڑھنے تک وہاں کسی کا وجود نہ تھا۔

"بے ہودہ لچر، واہیات، بدتمیز۔"

میں نے خاصی بلند آواز میں ان محترمہ کو کھری کھری سنائیں تاکہ جو بھی ہے 'اگر کہیں قریب ہی چھپی ہوئی ہے تو اپنی گلوکاری کے مظاہرے پہ داد جی بھر کے وصول کرلے۔

"چاچو۔۔۔ عیدی ملنے والی ہے' دادا جی سب کو بڑے کمرے میں بلا رہے ہیں۔"

بڑے چچا کا چھوٹا پوتا بڑے جوش و خروش سے یہ اطلاع دینے کے بعد الٹے پاؤں بڑے کمرے میں دوڑا۔ اس کے پیچھے پیچھے میں گیا تو سب ہی جمع تھے۔ لڑکے بھی لڑکیاں بھی۔

"آؤ بھئی اپنی اپنی عیدی لے لو۔" ابو جان نے نوٹ نکالنے میں پہل کی۔

"اور یہ رضیہ کہاں ہے۔ تیار نہیں ہوئی اب تک۔" چچا جان کو لین دین کے موقع پہ اپنی دختر نیک اختر کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ تب میرے کان کھڑے ہوئے۔

"السلام علیکم، عید مبارک ساروں کو۔" اتنے میں اس کی فلک شگاف قسم کی مبارکباد بڑے کمرے میں گونجی۔

سرخ رنگ کے ریشمی سوٹ میں ہائی ہیل پہنے وہ معمول سے زیادہ لمبی اور صحت مند لگ رہی تھی۔ پراندہ ایڑی تک جھول رہا تھا۔ میک اپ بے تحاشا تھوپا گیا تھا۔

"بھئی رضیہ بیٹی کو تو ہم عیدی تب دیں گے جب وہ اپنی میٹھی آواز میں ہمیں گانا سنائے گی۔"

ابو نے اس کی باری آتے ہی آگے بڑھایا نوٹ واپس کھینچ کر کہا۔

"یاد ہے، بچپن میں تم مجھے نظمیں اور لوری سنا کر کتنے پیسے اینٹھا کرتی تھیں۔ بس آج ہو جائے عید کی مناسبت سے کوئی پیارا سا گیت اور یہ عیدی ڈبل ہو کے تمہاری۔"

محترمہ کو بچپن سے ہی گانے کا بھی شوق ہے۔ یہ انکشاف مجھ پہ اب ہوا البتہ اس کی جھلک میں کچھ دیر پہلے دیکھ چکا تھا۔ میں نے خوف زدہ نظروں سے اسے دیکھا اور کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلیں۔ میں منتظر تھا کہ کب اس کی گونج دار آواز میں "گلے ہم کو لگا کر ملیے" نشر ہوتا ہے اور کب میں بھری محفل میں ذلیل ہوتا ہوں۔

عید آئی خوشیاں لائی
باٹا پہن کے عید منائی

میں نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ زمانے بھر کی معصومیت چہرے پہ سجائے وہ مٹکے جیسا سر ہلا ہلا کے باٹا والوں کا اشتہار گا رہی تھی۔ سب بے تحاشا ہنس رہے تھے۔

"جھلی ہے میری دھی۔" چاچا جی تو ریشہ خطمی ہی ہوگئے اس کے سیدھے پن پہ۔

"بچیوں پہ معصومیت اور سادگی ہی تو بھلی لگتی ہے۔" میری امی کی آنکھوں پہ بندھی پٹی کچھ اور کس گئی۔ میں جلتا بھنتا کمرے سے نکلا اور پچھلی جانب کے صحن میں جا کے بیٹھ گیا۔

"میری عیدی۔۔۔"

میں اپنے دھیان میں تھا کہ اچانک میرے سامنے ایک مہندی سے سجی چوڑی چکلی ہتھیلی پھیلی اور پھر یہ مطالبہ۔ میں نے گردن گھما کے دیکھا۔ اپنے ابلے دیدوں سمیت یہ وہی تھی۔

"کیسی عیدی؟" جتنی رکھائی میں لہجے میں بھر سکتا تھا میں نے بھرلی۔

UrduPhoto.com

ہلا ہلا کے اپنے نادر خیالات کا اظہار کر رہی تھی۔

"ساروں کو لگ پتہ جائے گا کہ یہاں رضیہ انور رہنے آئی ہے کوئی معمولی شے نہیں۔"

میں اب اپنے کمرے میں تھا مگر اس کی گونجیلی کڑکتی آواز بغیر کسی رکاوٹ کے یہاں تک بھی آ رہی تھی اور با آسانی میرے کانوں میں کیل ٹھونک رہی تھی۔

"نی....." اس نے اتنی بدتمیزی سے پتہ نہیں کسے مخاطب کیا تھا۔ میں اٹھ کے بیٹھ گیا۔

"نی ایک کپ چائے بنا کے لا... اور آ کے میرے پیر دبا۔ سفر میں ٹوٹ گئے ہیں۔"

"پیدل چل کے آ رہی ہے جیسے۔" میں نے جل کے سوچا۔

"چائے میں بنا دیتی ہوں بی بی! مگر پیر دبانا میرا کام نہیں ہے اور نام ہے میرا زیتون' یہ نی نی کر کے دوبارہ نہ بلانا۔"

"او جی اوئے....." میں نے دل کھول کے زیتون کو داد دی جو ہماری ملازمہ تھی اور بد مزاجی اور سڑیل پن میں اپنی مثال آپ تھی۔

"مفت میں نہیں دلوا رہی پیسے دوں گی۔" رضیہ بھی دھاڑی۔

"اپنے پیسے اپنے پاس سنبھال کے رکھو بی بی! نہ مفت میں نہ پیسے لے کر۔ زیتون ایویں ہی کسی کے پیر دبانے نہیں بیٹھتی۔ اس نے آج تک صرف اپنی بے بے کے پیر دبائے ہیں۔"

"توبہ..... نوکر ذات اور اتنی اکڑ۔" اس سے پہلے معاملہ ہاتھ سے نکلتا' امی بیچ میں کود یں۔

"زیتون! تم جاؤ' صفائی کا کام نمٹاؤ..... بارہ بج رہے ہیں۔"

"کیسے صفائی کروں جی..... آپ کی پروھنی (مہمان) کا کھلارا (پھیلاوا) ہرپاسے (طرف) ڈلا ہوا ہے۔ کدھر جھاڑو پھیروں اور کدھر ٹاکی لگاؤں۔"

"اچھا جاؤ تم' برتن دھوؤ میں تب تک چیزیں سمیٹتی ہوں۔"

"تائی جی! آپ کی نوکرانی کتنی بد نظر ہے۔ منہ بھر کے میرے سامان کو ٹوک دیا۔ ہائے ربا' میرا تو خون ہی بڑا ہلکا ہے۔ نظر فوراً لگتی ہے۔"

"میری نظر بھری ہوئی ہے جی۔" زیتون جاتے جاتے پلٹ گئی۔ "بڑے بڑے سامان دیکھے ہیں' کبھی جوتی پہ نہیں رکھا' ہاں۔"

"زیتون! تم سے کیا کہا ہے' کام کر اپنا۔" امی نے ڈپٹ کر اسے بھیجا پھر رضیہ کو سمجھانے لگیں۔

"رضیہ' بیٹا' یہاں نوکرانی بڑی مشکل سے ملتی ہے اور وہ بھی اچھی..... محنتی اور ایمان دار۔"

"یہ اچھی ہے؟ زبان دیکھو' اتنی لمبی' تمیز ہی نہیں کہ مالکوں سے بات کیسے کی جاتی ہے۔"

"میرے لیے تو اچھی ہی ہے۔ چھٹی نہیں کرتی' چوری نہیں کرتی اور کیا چاہیے۔ جتنی تنخواہ لیتی ہے اتنا کام ایمان داری اور محنت سے کر دیتی ہے۔ تم ذرا احتیاط کرو..... ہاتھ سے نکل گئی تو میں کہاں ڈھونڈتی پھروں گی نئی اور قابل بھروسہ نوکرانی۔"

"اونہہ..... یہ بھی کوئی زندگی ہے نوکروں سے ڈرتے رہو۔" وہ بڑبڑاتی رہی یہ الگ بات کہ اس کی بڑبڑاہٹ بھی ہمارے اتنے بڑے گھر کے ہر کونے میں گونج رہی تھی۔

"یہ ہے وہ لڑکی جسے آپ اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔" بعد میں' میں نے امی کو جتایا۔

"نہ بات کرنے کی تمیز نہ چلنے پھرنے کا سلیقہ زیتون کے ساتھ بات کر رہی تھی تو پتا نہیں چل رہا تھا کہ کون ملازمہ ہے اور کون....."

"یہی سب سکھانے کے لیے تو اسے یہاں بلوایا ہے۔ قصور اس کا نہیں' اس کی ماں نری جاہل..... گھر میں بھی اجڈ سی نوکرانیوں کا ہجوم رکھ چھوڑا ہے۔ ان میں اٹھنے بیٹھنے سے ذرا ویسی ہو گئی ہے ورنہ بچی ذہین اور سمجھ دار ہے۔ کالج میں دو سال لگائے گی تو دیکھنا کیسی بدل جائے گی۔" یہ امی کا دعوا تھا' جو میرے نزدیک سراسر بے بنیاد تھا۔

☼ ☼ ☼

"ذرا مجھے اس شعر کا مطلب تو سمجھا دیں۔"

UrduPhoto.com

گجرانوالہ صرف پہلوانوں کے لیے مشہور تھا یا پھر دودھ دہی کے لیے۔ آج کل تو اس کے تکے اور بٹیر مشہور ہیں۔ چلیں گے کسی اتوار تکے کھانے گجرانوالہ یہ جو موٹروے بنی ہے نا' لاہور اور گجرانوالہ کا فاصلہ تو بہت ہی کم ہو گیا ہے بائی پاس سے گزرو اور آدھے گھنٹے میں پہنچ جاؤ۔ پہلے جی ٹی روڈ سے جانے میں کوئی تین گھنٹے لگتے تھے۔ تمہارے چاچے بشیر کی بارات گجرانوالہ گئی تھی۔ سن بیاسی کی بات ہے۔ ہم لوگ کوئی تین چار سو بندے۔"

"ابو جان وہ' وہ امی آوازیں دے رہی ہیں۔" میں جان بچا کے بھاگا ورنہ وہ سن بیاسی سے سن بہتر تک ہوتے ہوتے سن چوالیس تک بھی جا سکتے تھے۔

☆ ☆ ☆

"گھر بھی کیسی نعمت ہے یار!"

گرمیوں کی جلتی بھنتی دوپہر میں جھلس کر گھر پہنچتے ہی عثمان نے اے سی آن کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی آج کل تمہارا گھر کسی نعمت سے کم نہیں لگتا۔" میں اس کے بیڈ پہ آڑا ترچھا لیٹ گیا۔ ویک اینڈ پہ یہاں کا رخ کرنے کی بجائے میں آج کل یونیورسٹی سے سیدھا اس کے ساتھ ہی آجایا کرتا تھا کیونکہ گرمیوں کی تعطیلات کی وجہ سے وہ پچھلے پندرہ روز سے ہمارے ہاں تھی۔ میں کلس کلس کے تھک گیا تھا۔ کتنی بار امی سے منہ پھاڑ کر کہا۔

"یہ اپنے گھر کیوں نہیں جاتی۔ ویسے بھی یہاں کون سا خوش رہتی ہے۔ کبھی اسے کمرے چھوٹے لگتے ہیں' کبھی ماحول گھٹن والا تو کبھی ٹریفک کا شور چبھتا ہے۔ رہ رہ کے اسے اپنے نارووال والے گھر کا ٹھنڈا صحن' کھلے کھلے کمرے' سر میں تیل لگانے والی اور پیر دبانے والی اپنی سر چڑھی ملازمائیں یاد آتی ہیں۔ آخر یہ وہاں جاتی کیوں نہیں' کیوں خود پہ جبر کر رہی ہے اور ہمارا صبر آزما رہی ہے۔"

"پریکٹس کر رہی ہے میکے سے دور رہنے کی۔" امی کی نرالی منطق تھی۔ میں نے بتایا نا کہ انہیں اپنی مرضی کے مطلب اخذ کرنے کا بہت شوق تھا۔

"میرا خیال ہے میں خودکشی کی پریکٹس شروع کر دوں۔"

"کس قدر فضول بولنے لگے ہو تم۔"

"خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ آپ کی اس چہیتی رضیہ سلطانہ نے ہمارے سارے گھر کا ماحول تباہ کر دیا ہے۔ جو پہلے نہیں ہوتا وہ سب اب ہوتا ہے۔ گالم گلوچ کوسنے بددعائیں واہیات باتیں۔"

"تم نے رضیہ کو خربوزہ کہا ہے؟" امی نے میرے گلے شکوے پہ دھیان نہ دیا اور بات پکڑ لی۔

"میں نے خود کو بھی خربوزہ کہا ہے۔"

"لو..... پھر تو اللہ ملائی جوڑی۔" وہ ہنسنے لگیں اور میں چڑ کے یونیورسٹی چلا آیا اس ارادے کے ساتھ کہ آج سارا دن گھر کا رخ کرنا ہی نہیں ہے۔ گھر سے ستائے مجھ جیسے بے چارے اور لاچار انسان کے لیے واقعی عثمان کا گھر کسی نعمت سے کم نہیں تھا اور یہ بات میں نے برملا اس سے کہہ بھی دی۔

"میرا گھر؟..... احمق انسان اپنا گھر ایک نعمت ہوتا ہے۔"

"مجھے تو اس گھر میں بھی اپنائیت محسوس ہوتی ہے۔ کیا تم مجھے اپنا نہیں سمجھتے؟"

ابھی میری جذباتیت عروج پہ پہنچنے ہی والی تھی کہ وہ دروازے سے عثمان کو پکارتی ہوئی اندر تھی۔

پہلی نظر اس پہ ڈالتے ہی میں مبہوت ہو کے رہ گیا۔ وہ مکمل حسن کا ایک شاہکار تھی۔

"اوہ..... سوری۔" مجھے دیکھ کے وہ شائستہ انداز میں معذرت کرتے ہوئے پلٹنے لگی۔

"ارے آجاؤ خزینہ..... یہ ان کا اپنا گھر ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس کی ہرنی جیسی آنکھوں میں تحیر تھا۔ ایسا تحیر جو کسی لطیف مذاق کے سمجھ نہ آنے پہ پیدا ہوتا ہے..... مسکراتا گدگداتا سا تحیر یہ کیفیت اس کی آنکھوں کو اور ساحر کر رہی تھی۔

"بھئی یہ دوست ہے میرا جگری دوست آفتاب امی کل تم سے ذکر کر رہی تھیں نا وہی۔"

UrduPhoto.com

عثمان کے اس مبہم سے تعارف پہ میں خجل ہو گیا۔ نہیں آنٹی نے کن الفاظ میں میرا ذکر کیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے میرے آئے دن یہاں ڈٹے رہنے والی بات کی ہو۔

"اور یہ میری فرسٹ کزن ہے خزینہ' اس نے کالج میں ایڈمیشن لیا ہے مگر اب تک ہاسٹل کا انتظام نہیں ہو سکا اس لیے کچھ دن یہ ہمارے ہاں رہیں گی۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا دل بھی یہاں لگنے لگے۔ یہ گھر ان محترمہ کو بھی کسی نعمت سے کم نہ لگے اپنائیت محسوس ہونے لگے اور......"

یقیناً" وہ یہ ساری باتیں مجھے سنا رہا تھا۔ میں نے اسے زبردست طریقے سے گھور کر سمجھانا چاہا مگر ناکام رہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔" میری اس کوشش کو ناکام کرنے والا یہی ملائم لہجہ تھا۔

"کسی بھی چیز کے لیے اپنائیت کا احساس دلانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس سے چپک کر بیٹھ جایا جائے۔ یہ گھر واقعی میرے لیے اپنے گھر جیسا ہے لیکن اس کا یقین آپ کو یا خود کو دلانے کے لیے میں یہاں مستقل نہیں رہ سکتی۔"

"یار! میں تو مذاق کر رہا تھا۔ مجھے تو چھوڑو' امی کو جتنی خوشی تمہارے یہاں رہنے سے ہو گی اس کا اندازہ تم نہیں کر سکتیں۔"

"میں اندازہ کر سکتی ہوں مگر...... مگر یہاں رہ نہیں سکتی۔ مجھے ہاسٹل ہی جانا ہے۔"

"کیوں؟" میں نے وجہ جاننا چاہی۔ پہلے تو اس نے اس دخل در معقولات پہ مجھے کچھ ایسی اجنبی نگاہوں سے دیکھا کہ میں خجل ہو کے رہ گیا۔ واقعی ان دو کزنز کی گفتگو کے دوران مجھے یہ پرسنل سوال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

"وہ اس لیے کہ......" وہ جواب دے رہی تھی۔ میرے ہی سوال کا مگر میری جانب دیکھے بغیر اس کا مخاطب عثمان تھا۔

"کیونکہ میں اپنے گھر سے یہاں پڑھنے آئی ہوں۔ گھر جیسے آرام دہ ماحول کے مزے لوٹنے نہیں۔ یہاں میرا دھیان بٹ جائے گا۔

تم ہو...... آنٹی ہیں' انکل ہیں۔ آپ لوگوں کی کمپنی انجوائے کرنے کو کسی کا دل نہ چاہے گا۔ پھر گھر میں ہر وقت کسی نہ کسی کا آنا جانا بھی لگا رہتا ہے۔ کہیں نہ کہیں جانے کا پروگرام بھی بنتا رہتا ہے۔ تو' امپاسبل انجوائے منٹ کے لیے یا چند چھٹیوں میں خود کو ریلیکس کرنے میں یہاں ضرور آنا چاہوں گی مگر...... میرا خیال ہے پڑھائی تو ہاسٹل میں رہ کے ہی سنجیدگی سے ہو سکے گی۔"

میں اسے دیکھتا رہ گیا' وہ انکار کر رہی تھی۔ مگر کسی خوبصورتی اور شائستگی سے اس نے اپنا موقف بیان کیا تھا۔ پوری بات کے دوران میٹھی مسکراہٹ اس کے خوبصورت کٹاؤ والے لبوں سے پل بھر کے لیے جدا نہیں ہوئی تھی۔

"ایک بات اور آپ کے ہاں ملازمین کی تعداد ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ میرا دم الجھتا ہے اتنے سرونٹس کی موجودگی میں' ایک تو انسان اپنی مرضی سے کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ ایک کپ چائے بھی اکیلے میں نہیں بنا سکتا۔ کچن میں ہی دو' دو ملازمائیں سر پہ سوار رہتی ہیں اور عجیب و غریب قسم کی گفتگو کر رہی ہوتی ہیں۔"

"عجیب منطق ہے تمہاری۔" عثمان نے شانے اچکائے۔

وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ کمرے سے چلی گئی مگر مجھے مسحور کرنے کے لیے بہت کچھ چھوڑ گئی۔ اپنی آنکھیں' اپنی مسکراہٹ' اپنا نرم لہجہ' اپنے خوبصورت الفاظ' اپنی مدھم آواز۔ اپنی سنہری سوچیں اور خیالات۔

"تمہاری یہ کزن بہت منفرد ہیں۔" میں نے بے ساختہ اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"کیوں؟ اس کے تین ہاتھ اور ایک آنکھ ہے۔" عثمان کی بے تکی بات پہ مجھے غصہ آگیا۔ بھلا کوئی میرے سامنے اس کی ایسی توہین کر جائے۔

UrduPhoto.com

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"یار! تم خود سوچو۔ منفرد والی اس میں کون سی بات ہے۔ ہاں وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔ بہت سی لڑکیاں اچھی ہوتی ہیں وہ ایک ذہین لڑکی ہے، بہت سی لڑکیاں ذہین ہوتی ہیں۔"

"اس کی۔۔۔" میں رک گیا۔ کہنا چاہتا تھا کہ بہت سی لڑکیوں کی آنکھیں ایسی نہیں ہوتیں جو پہلی نگاہ میں نوٹ کر لی جائیں۔ بہت سی لڑکیوں کا لب و لہجہ ایسا نہیں ہوتا جو مخاطب کرتے ہی اسیر کر لے۔ مگر یہ سب کچھ کہنے میں خطرہ یہ تھا کہ خزینہ کا فرسٹ کزن ہونے کے ناتے عثمان میری جسارت پہ غیرت میں نہ آجائے۔

"دراصل میں نے اس عمر کی کسی لڑکی کو اتنا میچیور اور سلجھا ہوا پہلی بار دیکھا ہے۔"

"کیوں تمہاری فیملی کی اس عمر کی لڑکیاں انگوٹھا چوستی پھرتی ہیں؟"

"انگوٹھا نہیں، خون چوستی پھرتی ہیں۔" میں نے دہائی دی اور پھر بڑے دکھی دل کے ساتھ رضیہ کی ساری سفاکیاں اور زیادتیاں سنائیں صرف اتنی قطع برید کے ساتھ کہ میری اور اس کی منگنی کا روح فرسا حادثہ رونما ہو چکا ہے۔

"بڑی عجیب و غریب عادات ہیں محترمہ کی۔"

"کم از کم میرے سامنے تم اسے محترمہ مت کہو۔" مجھے اس کے لیے یہ عزت و احترام میں ڈوبا لفظ پسند نہ آیا۔

"اور عجیب و غریب تمہیں لگ رہی ہوں گی کیونکہ تمہارا کوئی رشتے دار گاؤں یا کسی چھوٹے شہر سے نہیں ہے۔ میری تقریباً سب ہی کزنز ایسی ہی پینڈو ہیں۔"

"میں خود سب سے بڑا پینڈو ہوں۔" عثمان کے دعوے پہ میں نے چونک کے اسے دیکھا وہ حد درجہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔ اتنا زیادہ کہ مجھے ہنسی آنے لگی۔ اتنی سنجیدگی اس پہ ذرا سوٹ نہیں کر رہی تھی۔

"دانت مت نکالو۔ میں نے کوئی لطیفہ نہیں سنایا۔ اگر لاہور کے مقابلے میں نسبتاً "چھوٹے اور کم ترقی یافتہ شہر سے تعلق رکھنے والے تمہاری نظر میں پینڈو ہیں تو میں بھی ایک پینڈو ہوں میرے ننھیال کا تعلق ملتان کے ایک نواحی قصبے سے ہے۔ تمہیں میں نے تو بتایا تھا نا کہ میری فیملی پانچ سال پہلے کویت سے پاکستان میں شفٹ ہوئی ہے مگر شاید یہ نہیں بتایا کہ میں ان کے ساتھ کویت میں نہیں رہا۔ امی ابو دونوں ہی وہاں جاب کرتے تھے اور اس کے علاوہ میں ننھیال کا لاڈلا بھی بہت تھا اس لیے انہوں نے مجھے نانا نانی کے پاس چھوڑ رکھا تھا کچھ ان کی یہ خواہش بھی تھی کہ میں اپنے ملک میں رہ کر بڑا ہوں تاکہ یہاں کی کوئی چیز میرے لیے اجنبی نہ ہو۔ صرف وہ آخری ایک سال میں نے ان کے ساتھ کویت میں گزارا تھا۔ جب وہ سب کچھ وائنڈ اپ کر کے مستقلاً پاکستان آنے کی تیاری میں تھے۔ میں ان ہی گلیوں میں پل کر بڑا ہوا ہوں۔ ان ہی سرکاری اسکولوں میں مولا بخش والے ماسٹروں سے پڑھا ہوں۔ اگر مجھ میں کوئی پینڈو پن ہے تو مجھے اس پہ فخر ہے۔ تمہارے نزدیک وہ پینڈو پن ہو گا۔ میرے لیے یہ میرا خالص پن ہے۔"

اس کی جذباتی تقریر کے بعد میں کتنی ہی دیر کچھ بول نہ سکا۔

"ابھی بھی میرے دو ماموں اور تین خالائیں اپنی اپنی فیملی کے ساتھ وہاں سیٹل ہیں۔"

میری خاموشی کا فائدہ اٹھا کے وہ مزید شروع ہوا۔

"ان کی اولادیں اسی علاقے کے اسکولوں میں پڑھیں، وہیں کے کالجوں میں پڑھ رہی ہیں وہاں بھی وہی نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ حضور! جو یہاں کے کالجوں میں رائج ہے۔ میرے سبھی کزنز لڑکے ہوں یا لڑکیاں، شاید اپنے علاقے کے کچھ اثرات کی چھاپ ان پہ ہو، مگر سبھی بے حد ذہین، لائق فائق اور سلجھے ہوئے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی بڑے شہر سے تعلق رکھنے والے یا ساہیوال، نارووال، گجرات، پسرور یا کسی بھی اور نسبتاً "کم بڑے شہر سے تعلق رکھنا کسی کی ذہانت پہ اثر انداز ہو سکتا ہے۔ مجھے تو نہ خود میں اور ان میں کوئی فرق نظر آتا ہے نہ اپنے اور ان کے گھر کے

ماحول میں۔"

"اچھا۔۔۔ تو۔۔۔ یہ یہ

"نہیں۔۔۔ یہ میری ک

آئی ہے۔ لیکن یہ پنڈ

تو سب بولنے چالنے،

ہیں۔

"ہا۔۔۔" میں گہری س

نارووال میں نہیں، جس

چڑتا رہتا تھا۔ خرابی شاید

ہے اور امی جو اس خوش

میں پڑھنے سے اور ہمار

رضیہ کی کایا پلٹ جائے

جلد یا بدیر غلط فہمی میں

فطرتاً "ایسے ہوں ان کو

"سب لڑکیاں ایک

عثمان کے بے پروائ

نے اسے گھورا۔ "کاش

سامنے ایک ساتھ کھڑ

بتاؤ ہے کوئی ایک جیسی یا

✡

"شڑوں۔۔۔ شڑ۔۔۔

یہ آوازیں اس تسل

مجھے منہ میں رکھا روٹی کا

ان بے ہودہ آوازوں کو

مسلسل اسی ایک لقمے

سامنے بیٹھی پلیٹ منہ

انداز میں پیتی جا رہی تھی

"شڑ ڑ۔۔۔ شوں۔

سوادی شڑوا ہے۔"

"روٹی تو ساتھ میں

لیے اچھا نہیں ہوتا۔

بگڑتے زاویوں پہ نظر ڈال

"اتنے سوادی پائے

UrduPhoto.com

ماحول میں۔“
”اچھا۔۔۔ تو۔۔۔ یہ یہ خزینہ بھی۔“
”نہیں۔۔۔ یہ میری پھوپھو کی بیٹی ہے اور پنڈی سے آئی ہے۔ لیکن یہ پنڈی کی ہو یا وہ جو ”پنڈ“ کی ہیں مجھے تو سب بولنے چالنے‘ اٹھنے بیٹھنے میں ایک سی لگتی ہیں۔“

”ہا۔۔۔“ میں گہری سانس بھر کے رہ گیا۔ ”یعنی خرابی نارووال میں نہیں‘ جس سے میں لاشعوری طور پر اتنا چڑتا رہتا تھا۔ خرابی شاید ہمارے وہاں کے ماحول میں ہے اور امی جو اس خوش فہمی میں ہیں کہ لاہور کے کالج میں پڑھنے سے اور ہمارے گھر میں رہنے سے آنسہ رضیہ کی کایا پلٹ جائے گی تو امی کی اس خوش فہمی نے جلد یا بدیر غلط فہمی میں تبدیل ہو جانا ہے کیونکہ جو فطرتاً ”ایسے ہوں ان کو کون بدل سکتا ہے۔“

”سب لڑکیاں ایک سی ہوتی ہیں۔“
عثمان کے بے پروائی سے نشر کیے تبصرے پہ میں نے اسے گھورا۔ ”کاش میں رضیہ اور خزینہ کو اس کے سامنے ایک ساتھ کھڑا کر سکتا۔ پھر اس سے پوچھتا۔ بتاؤ ہے کوئی ایک جیسی بات دونوں میں؟“

☼ ☼ ☼

”شڑوں۔۔۔ شڑ پ۔۔۔ شڑوں۔۔۔“
یہ آوازیں اس تسلسل کے ساتھ آ رہی تھیں کہ مجھے منہ میں رکھا روٹی کا پہلا لقمہ نگلنا مشکل ہو گیا تھا۔ ان بے ہودہ آوازوں کو برداشت کرتے ہوئے میں مسلسل اسی ایک لقمے کو چبائے جا رہا تھا اور وہ میرے سامنے بیٹھی پلیٹ منہ سے لگا کر شوربہ چسکے لینے کے انداز میں پیتی جا رہی تھی۔
”شڑ پ۔۔۔ شوں۔۔۔ شڑوں۔۔۔ ہائے تائی جی‘ بڑا سوادی شوربا ہے۔“
”روٹی تو ساتھ میں لو بیٹا! خالی سالن معدے کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔“ امی نے میرے بگڑتے زاویوں پہ نظر ڈال کے کہا۔
”اتنے سوادی پائے بنائے ہیں آپ نے کہ دل کر رہا ہے پورے ڈونگے کو منہ لگا لوں۔“
”اس قدر گرمی میں آپ نے پائے پکائے ہی کس لیے؟“ میں جھنجلا کے امی سے پوچھنے لگا۔ ”سردیوں میں اچھے لگتے ہیں۔“
”رضیہ نے فرمائش کی تھی۔“
اس سے پہلے کہ میں اس نامعقول فرمائش پہ اسے گھورتا اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔
”گرمیوں میں چائے پیتے ہو نا۔ وہ گرم نہیں ہوتی؟ ہونہہ۔۔۔ پائے زیادہ گرم ہیں؟“
عجیب پھاڑ کھانے والا لہجہ تھا اس کا دانت پیستے ہوئے میں شوربے میں روٹی کا لقمہ ڈبونے لگا۔
”ٹھک ٹھک ٹھک کڑک کڑک۔“
اب یہ کوئی اور ہی آوازیں تھیں میں نے نظر اٹھا کے سامنے دیکھا اور میرا دوسرا لقمہ بھی حلق میں پھنس کے رہ گیا۔ وہ ہڈی کو کبھی میز‘ کبھی پلیٹ پہ مار کے گودا نکال رہی تھی۔ کبھی دانتوں سے چبا رہی تھی تو کبھی چوس رہی تھی۔
پانی کے ایک بڑے سے گھونٹ کے ساتھ میں نے یہ دوسرا اور آخری نوالہ پیٹ تک پہنچایا اور خود اٹھ گیا۔
”کھانا تو کھاؤ۔۔۔“ امی نے آواز دی۔
”مجھ سے اس آرکسٹرا کے ساتھ کھانا نہیں کھایا جاتا۔“ جاتے جاتے میں نے بغیر مڑ کر دیکھے جواب دیا۔
اگلے پندرہ منٹ میں میں عثمان کے گھر موجود تھا۔ اس کی ڈائننگ ٹیبل پہ عثمان اس کی امی اور خزینہ کے ساتھ عثمان نے تو مجھے دیکھتے ہی نعرہ بلند کیا۔
”میں سوچ ہی رہا تھا کہ ہماری ڈائننگ ٹیبل اتنی سونی سونی‘ اجاڑ سی کیوں ہے‘ بھئی آج اس پہ آپ جو رونق افروز نہیں ہوئے۔ ویسے یار! ہمارے گھر کے کھانے کی خوشبو کیا واقعی اتنی زوردار ہے کہ تم شہر کے کسی بھی کونے میں ہوتے ہو تم تک پہنچ جاتی ہے؟“
اس نے ایک بار پھر خزینہ کے سامنے مجھے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔ میں نے شرمندہ ہونے سے پہلے احتیاطاً“

UrduPhoto.com

ایک بار اس کی جانب دیکھا۔ مگر وہ بجائے اس فضول مذاق میں اس کا ساتھ دینے یا کم از کم ہنسنے کے وہ یکسر نظر انداز کیے سنجیدگی سے کھانا کھا رہی تھی۔ مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار رضیہ یاد آ گئی۔

"آنٹی! مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ عام پاکستانی کھانوں کے ساتھ ساتھ یہ مختلف طرح کے سلاد اور پاستا بھی اتنے اچھے پکا سکتی ہیں۔"

"کہاں بیٹا۔۔۔ ہمیں تو بس وہی ڈھنگ کا بنانا آتا ہے جو اپنی اماں سے سیکھا۔ اتنے سال کویت میں رہ کے بھی بس آلو گوشت کوفتے اور دال چاول ہی بنائے کیونکہ عثمان کے ابا کو صرف پاکستانی ذائقہ پسند ہے۔ یہ تو آج خزینہ کچن میں گھسی تھی تو اس نے میری پالک گوشت اور ماش کی دال کے ساتھ اپنی یہ ورائٹی بھی تیار کر ڈالی۔"

"بہت اچھا پاستا بنایا ہے آپ نے۔"

میں نے بہت سنبھل کے خاصے مناسب الفاظ میں اس کی تعریف کی۔

جواباً" وہ بڑے باوقار انداز میں مسکرائی۔ کہا کچھ نہیں تھا۔ کھانے کے دوران میں وقتاً" فوقتاً" ایک اچٹتی سی نظر اس پہ ڈالتا رہا۔ وہ یوں کھانا کھا رہی تھی جیسے کوئی فاختہ کچھ چگ رہی ہو۔

✡ ✡ ✡

خزینہ اب میرے حواسوں پہ سوار رہنے لگی تھی۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہر وقت اس کا موازنہ رضیہ سے کرنے لگا' جب رضیہ میرے سامنے میرا دل کلسا رہی ہوتی تب بھی۔۔۔ اور جب خزینہ میرے سامنے میرا دل تڑپا رہی ہوتی تب بھی۔ پھر مجھے لگا جیسے رضیہ سے اس کا موازنہ کر کے میں خزینہ کی توہین کر رہا ہوں۔ میں نے یہ مشغلہ بھی ترک کر دیا۔ اب میرا کام تھا ہر وقت خزینہ کے بارے میں سوچنا۔ وہ تقریباً" بیس بائیس دن تک عثمان کے گھر رہنے کے بعد ہاسٹل شفٹ ہو چکی تھی۔ اور ان تمام دنوں میں روز ہی میرا اس سے سامنا ہوتا رہا لیکن افسوس میں اس سے دوستی یا بے تکلفی قائم کرنے میں ناکام رہا۔ اس میں میری کمزوری یا ہمت کی کمی کا نہیں تھا۔ اس کا حسن ہی اتنا تھا اور کچھ وہ تھی بھی اتنی باوقار' شائستہ کہ خواہ مخواہ اس سے بے تکلف ہوتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔

✡ ✡ ✡

"تمہارا نتیجہ کب آ رہا ہے؟"

ابو کے سوال پہ میں نے ایک لمحہ رک کے غور کیا۔

"کس بات کا نتیجہ؟"

"تمہارے امتحانات کا۔"

"او۔۔۔ رزلٹ' ابھی کوئی ڈیڑھ دو ماہ تک۔"

"پھر سوچتے ہیں کچھ تمہاری شادی کا۔" وہ مطمئن ہو کر بولے مگر میرا اطمینان غارت کر گئے۔

"کون سے امتحانات؟ یونیورسٹی کے؟ ارے ہاں یاد آیا ان کا نتیجہ تو اس سال نکل ہی نہیں رہا۔"

"کیوں؟ کہیں پھنس گیا ہے؟" وہ گھورنے لگے۔

"وہ۔۔۔ وہ دراصل۔" میں اگلے دو تین سالوں تک رزلٹ کو کہیں پھنسانے کا منصوبہ بنانے لگا۔

"رضیہ بھی تب تک ایف اے تو کر ہی لے گی۔"

"جی جی۔۔۔ بالکل کر لے گی۔ آئندہ چار چھ سالوں میں ضرور کر لے گی۔"

"تم اپنا منہ بند رکھو اور مجھے بولنے دو۔" ابو جو اپنے آگے کسی دوسرے کو بولنے کا موقع کم ہی دیتے تھے میری بار بار کی دخل اندازی پہ جھلا گئے اور ڈپٹ کر میرا منہ بند کرایا۔

"وہ امتحان دے کر نا رو دال جاتی ہے تو ہم بھی پیچھے پیچھے چلے جاتے ہیں تاریخ رکھنے۔"

"ابو۔۔۔! میں۔۔۔ میں رضیہ سے شادی نہیں کروں گا۔" بہت ہمت کر کے میں نے یہ فقرہ ادا کیا تھا مگر میرے اتنا کہنے پہ ابو کے چہرے کا رنگ جس تیزی سے بدلا۔ جس پھرتی سے کھڑے ہو کے وہ میری جانب لپکے میرے ہاتھوں کے سارے طوطے' کبوتر اور کوّے اڑ گئے۔ میں دیوار کے ساتھ جا لگا۔

UrduPhoto.com

"مم۔۔۔ میرا مطلب ہے میں ایف اے پاس رضیہ سے شادی نہیں کروں گا۔ بی اے پاس رضیہ سے شادی کروں گا۔ آپ نے۔۔۔ آپ دو تین سال اور ٹھہر جائیں۔ اسے بی اے تو کر لینے دیں۔"

"کیوں بی اے پاس بہو دال کو زیادہ اچھا تڑکا لگاتی ہے؟ تمہاری امی نے دس جماعتیں بھی نہیں پڑھیں مگر کیا زبردست دال پکاتی ہیں۔ اور دال تو پکاتی تھیں میری اماں جی بہشتن، جو الف کا بے نہیں پڑھی تھیں۔ ان کی دال کو جب تڑکا لگتا تو سارے نارووال میں دھومیں مچتیں، خیر دھومیں تو میں نے بھی اپنے زمانے میں بڑی مچائی تھیں۔"

"دھوم مچا دے۔۔۔ دھوم مچا دے۔۔۔ دھوم، دھوم، دھوم، دھوم۔"

"اوئے وہ والی دھوم نہیں۔ میں کیا کوئی میراثی تھا؟" انہوں نے ماضی سے حال میں آتے ہوئے مجھے گھورا اور یہ فریضہ ادا کرنے کے بعد دوبارہ ماضی میں تشریف لے گئے۔

"فضلو میراثی بڑے کمال کا میراثی تھا ہمارے گاؤں کا۔ ایسا رونق میلہ لگاتا تھا، ایسا تسغلی تھا کہ کیا بتاؤں۔ شادی دیاہ پہ اس کے بغیر رونق ذرا نہیں لگتی تھی۔ ایسی ایسی جگت۔ ایسی ایسی پھبتی، اونچی سے اونچی پگڑی والے کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔"

"اور کیا کیا خوبیاں تھیں حضرت میں؟"

میں نے بڑی عقیدت و احترام سے دریافت کیا۔ ویسے تو مجھے ان کی اس عادت سے سخت چڑ تھی جو وہ بیٹھے بیٹھے حال سے ماضی اور پھر مستقبل میں چھلانگیں مارتے پھرتے تھے۔ ایک بات کو چھوڑ کر دوسری پکڑ لیتے مگر آج انہوں نے میری اور رضیہ کی شادی والی بات سے اچانک جو فضلو میراثی والا اسٹیشن پکڑا تو میں جھوم جھوم گیا۔ دل چاہ رہا تھا وہ آگے، اور آگے، آگے ہی آگے بڑھتے جائیں۔

"مجھے فضلو انکل کے بارے میں تفصیل سے سب کچھ بتائیں۔"

"کون سا فضلو انکل؟ الو کے پٹھے۔۔۔ میراثی کو انکل بناتے تمہیں شرم نہیں آتی۔ رشتوں کا ادب لحاظ ہی بھول گئے ہو۔ کوئی انکل ونکل نہیں ہے تمہارا۔ ہاں چاچے ضرور اللہ رکھے۔ انور، عزیز۔۔۔ اور اب تو تمہارا ایک ہی چاچا ہو گا۔"

"وہ کیوں؟" دوسرے چچا کیوں لاتعلقی اختیار کرنے لگے ہیں مجھ سے۔؟"

"وہ اب تمہارا سسر بننے جا رہا ہے۔"

میں نے سر پکڑ لیا، وہ دوبارہ رضیہ کے اسٹیشن پہ آ چکے تھے۔

"سسر صرف سسر ہوتا ہے۔ نہ چاچا، نہ ماما۔۔۔ میرا اپنا سسر میرا سگا ماما تھا مگر میں نے شادی کے بعد اسے صرف اور صرف ماما سمجھا، داماد کی عزت اسی میں ہے کہ وہ داماد بن کے رہے۔ یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔"

اچانک وہ شکر ادا کرنے کے لیے ہاتھ بلند کرنے لگے۔

"شکر ہے کہ میرا کوئی داماد نہیں۔ ویسے تو مجھے بیٹی کی ہمیشہ بڑی خواہش رہی ہے۔ مگر سوچتا ہوں اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہو گی۔ سسر بننا بڑے دل گردے کا کام ہے، مجھے وارے نہیں کھاتا، نہ بھئی۔"

"کھانا سے یاد آیا ابو جی۔۔۔ میں نے تو ابھی تک دوپہر کا کھانا ہی نہیں کھایا۔" میں فوراً" اٹھا اور دروازے سے باہر بھاگا۔

☼ ☼ ☼

"یہ تم نے اب کون سا نیا راگ الاپنا شروع کر دیا ہے؟" امی نے موقع پاتے ہی مجھے گھیرا۔

"میں کیوں الاپوں گا راگ شاگ، میں کیا ابو کے گاؤں کا المشہور فضل میراثی ہوں۔"

"تمہیں فضلو میراثی کے بارے میں بھی پتہ ہے؟" امی نے اچنبھے کا اظہار کیا۔

"ابو جی کی مہربانیوں کے طفیل میں نہ صرف فضلو میراثی کے اہل خانہ سے بلکہ نارووال کے آس پاس کے دس دیہاتوں میں رہنے والے میراثیوں کی رگ

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

آج وہ پھر ہاسٹل سے ہمارے ہاں آئی ہوئی تھی اور ایک نیا بہانہ لے کر میرے کمرے میں گھس آئی تھی۔

"تمہیں اتنی تمیز نہیں کہ کسی کے دروازے پہ دستک دے کر اندر آنا چاہیے۔"

"اتنی تمیز ہے مجھے' میں اپنے بھائی بھابی کے کمرے میں جاتے ہوئے ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹا کے ہی اندر جاتی ہوں مگر آپ تو اکیلے ہو۔ آپ کو دروازہ کھٹکھٹانے یا نہ کھٹکھٹانے سے کیا مطلب؟"

بڑے آرام سے وہ بڑی سے بڑی بات کر جاتی تھی۔ اس وقت بھی وہ مزے سے کہنے کے بعد مسکرا رہی تھی اور میں جھینپ رہا تھا۔

"شعر؟" اس نے کتاب آگے کی۔

"تجھے نہیں آتا مطلب وطلب۔" بغیر دیکھے ہی میں نے منہ پھیر لیا۔

"خیر آتا تو آپ کو کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ بڑے ناز سے بولی۔

"اچھا؟..... تو بی اے کے امتحان کیا تمہاری طرح نقل کر کے دیے ہیں۔"

"اتنے لائق فائق ہیں تو مطلب سمجھائیں ناں۔"

معاملہ اب میری عزت کا تھا اس لیے کتاب اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے اسے بری طرح گھورا۔ آج اس کے مینڈک سائز دیدوں سے ذرا کم سرمہ ابل رہا تھا۔

"کون سا شعر ہے؟"

"یہ والا جی..... جس کے اوپر انڈہ بنایا ہے۔"

"انڈا نہیں..... سرکل لگایا ہوا ہے۔"

"ایک ہی بات ہے..... ویسے بھی میں نے سرکل کا مطلب نہیں سمجھنا شعر کا مطلب سمجھنا ہے۔"

"اچھا یہ شعر؟" میں نے زیر لب پڑھا۔

"کمال ہے تمہیں اس شعر کا مطلب نہیں آتا؟ کمال ہے بلکہ شرم کا مقام ہے اتنا آسان شعر اور تمہیں اس کا مطلب نہیں آتا۔ چلو بھاگو یہاں سے میں ایسے نالائق لوگوں سے بات تک کرنا پسند نہیں کرتا۔" میں باقاعدہ دھکے دینے پہ اتر آیا۔

"آئے ہائے۔" وہ بوکھلا گئی۔

"سنا نہیں؟ جاؤ یہاں سے تمہارے جیسی کند ذہن پہ میں اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا۔"

میں نے دھڑ سے دروازہ بند کر دیا بلکہ اس ڈر سے کہ وہ واپس نہ آ جائے' لاک بھی کر دیا اور کیا کرتا..... ایسے افلاطون شعر کا مطلب تو خود مجھے نہیں آتا تھا اسے کیا سمجھاتا۔ اب آپ سے کیا پردہ؟ میں بھی تعلیم کے میدان میں کچھ خاص..... یعنی بس گزارا ہی تھا۔

☆ ☆ ☆

چھٹی کا دن میرے لیے گھر پہ گزارنا کسی عذاب سے کم نہیں ہو گیا تھا۔ ہر ویک اینڈ پہ وہ دوپہر سے ہی یہاں پہنچی ہوتی اور وہ رات' پھر اگلا دن' اگلی رات' یا اللہ کیسے بتاؤں کیا اذیت بھرے دن تھے۔ اس کی چیختی چنگھاڑتی آواز' بے ہنگم قہقہے' جاہلانہ گفتگو اور' اور وہ سب کچھ جو میرا خون کھولانے کے لیے کافی تھا۔ میرا ایڈمیشن یونیورسٹی میں ہو گیا تھا۔ نئے دوست بنے نئی واقفیت بڑھی۔ انہی میں ایک دوست عثمان تھا۔ میری طرح وہ بھی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا۔ ایسے ہی ایک چیختے چلاتے چھٹی والے دن جب میرا دل اس کی بدتمیزیوں اور جاہل عورتوں والی کوسنوں سے بھرپور باتوں سے گھبرایا تو میں اٹھ کے عثمان سے ملنے چلا آیا۔ عثمان بھی اگرچہ ہمارے بلاک سے اگلے بلاک میں رہتا تھا اس کے باوجود دوستی کے ان چھ سات ماہ میں میں نے کبھی بھی اس کے گھر جانے کا نہ سوچا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ غیر متوقع طور پہ وہ مجھے دیکھ کر حیران زیادہ ہوا اور خوش کم۔ اس کا گھر ہمارے گھر کے ماحول سے بہت ملتا جلتا تھا۔ وہی میری امی جیسی سادہ مزاج اور گھریلو سی اس کی امی..... وہی میرے ابو جیسے خوش مزاج' باتونی مگر کبھی کبھی بارعب قسم کے باپ بننے والے اس کے ابو اور میری ہی طرح اس کا اکلوتے پن سے سارے گھر پہ راج کرنا۔ میرا دل وہاں لگنے لگا۔ اور رضیہ سے فرار کا میں نے یہ حربہ اپنایا کہ جس طرح وہ ہر ویک اینڈ پہ بوریا بستر باندھ کے ہاسٹل سے ہمارے

UrduPhoto.com